

اَشْرَفُ التَّفَاسِيْرِ
تَقْسِيْرِي

پارہ ہفتم

مُصَنَّف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی حنبلیہ

مکتبہ اسلامیہ

۴۰ اردو بازار * لاہور

رفت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت سب کے لئے ہیں مگر رؤف و رحیم صرف مسلمانوں کے لئے اعلیٰ توبہ شمار ہیں یہاں موقعہ نہیں ورنہ ان پیش کردہ آیات کی وہ تفسیر کی جاتی جس سے مومنوں کے ایمان تازہ ہو جاتے انشاء اللہ ان آیات کے ماتحت ان کی تفسیر عرض کی جاوے گی۔ رب تعالیٰ مجھے موقعہ دے کہ ان آیات میں اپنے نبی کی شان بیان کروں اپنے ارمان نکالوں۔

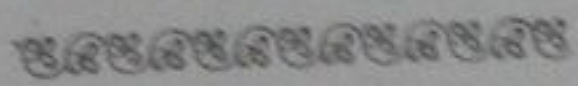
تفسیر صوفیانہ: جیسے کھلی کپاڑا ایک ہے لیکن بلب کے ذریعے روشنی دیتا ہے۔ برقی کچھ کے ذریعہ ہوا۔ بیٹر کے ذریعہ سخت گرمی اور فرن کے ذریعہ سخت ٹھنڈک۔ غرضیکہ جیسا ذریعہ ویسا اس کا حضور اگر بغیر وسیلہ پاور ہاتھ میں آجائے تو ہلاک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی ایک صفت ہے اگر ہم اس قدرت سے بواسطہ نبی تعلق رکھیں تو رحمت کرم عنایت بخشش بندہ و نوازی سے اس کا حضور ہوتا ہے اللہ قادر ہے کہ مسلمانوں کو بخش دے انہیں جنت دیدے انہیں اپنا دیدار عطا فرماوے مگر کیسے بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیکن اگر یہ واسطہ درمیان میں نہ ہو تو ان قدرت کا ظہور عذاب قہر جہاریت سے ہوتا ہے۔ خدا قادر ہے کہ کافروں کو جہنم میں ٹھونس دے ان پر دنیا میں غضب و قہر نازل فرماوے انہیں زمین میں دھنساوے وغیرہ وغیرہ یہاں بغیر وسیلہ نبوت۔ قدرت الہی کا ذکر ہے دوسری جگہ وہی قدر مطلق ارشاد فرماتا ہے **لِلّٰہِ عِبَادِیَ الذِّہْنِ اَسْرَ لَوْ اَعْلٰی اَنْفُسُہُمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِیْعًا** فرمادو اے محبوب کہ اے میرے بلوودہ جو ان جانوں پر ظلم کر بیٹھے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اللہ سارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہی قدرت جو کافروں کے لئے قہر و غضب کی شکل میں تھی وہ مسلمانوں کے لئے رحمت و مغفرت کی شکل میں ظاہر ہے کیوں اس لئے کہ مسلمانوں تک یہ قدرت بواسطہ رحمت للعالمین پہنچ رہی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی قادر ہے۔ ویلوں پر بھی قادر ہے۔ گناہگاروں پر بھی قادر ہے نیک کاروں پر بھی قادر۔ کافروں پر قادر بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان تک بلائے اپنا دیدار دکھائے اپنا محبوب بنائے سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے وہ قادر ہے کہ اپنے ویلوں کو اپنا قرب بخشے وہ قادر ہے کہ ہم گناہگاروں کو بخش دے وہ قادر ہے کہ کفار کو دوزخ میں ڈال دے رب تعالیٰ کی حمد اس طرح نہ کرو جس میں اس کے بدوں کی بے ادبی ہو بلکہ اس طرح کرو کہ اس کے مقبولوں کی عظمت کا اظہار ہو جو یوں کہے کہ رب قادر ہے کہ ویلوں کو دوزخ میں ڈال دے وہ قادر ہے کہ ابو جہل کو جنت میں بھیج دے وہ رب کی حمد نہیں کر رہا ہے بلکہ کفر تک رہا ہے جس لوحید میں اللہ کے بندوں کی توہین ہو وہ توحید شیعہ ظالی ہے دوزخ کا راستہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شہر

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہم تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگتے کو تیرا آستان بنایا

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں میں تعدد ہے جیسے تارے یا لوہا ہو یاں بھائی دوست یا جسم کے اعضاء اور بعض نعمتوں میں تعدد نہیں۔ وہ صرف ایک ہی ہو سکتی ہیں جسے ماں باپ یا جسم میں دل یا آستان کا چاند ایسے ہی عالم روحانیات میں ولی عالم صحابی تاہی بہت ہو سکتے ہیں۔ مگر مصطفیٰ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرا نہیں ہو سکتا اللہ اپنی الوہیت میں وحدہ لا شریک نہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عبدیت میں وحدہ لا شریک نہ ہیں۔ نہ دوسرا خدا ہو سکتا نہ دوسرا مصطفیٰ جب یہ معاملہ ہے تو جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر جائیں تو اس کا ٹھکانہ کہیں نہیں یہی مقصد ہے اس فرمان کا کہ **لَسْتُ عَلَیْکُمْ بِوکیل**۔ اسی لئے قیامت میں ہمارا گوارب العالمین میں حساب و کتاب کے لئے پیش ہونے سے پہلے ساری خلقت

اہل علم و ادب زبان کے اس محاورے سے ابھی طرح واقف ہیں کہ محترم جنرل کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ عظمت و حریم کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب ردائل کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین و تنقیص کے معنی نکلتے ہیں۔ اردو زبان کے محاورات میں تشبیہ و تمثیل کا یہ ضابطہ آنا شائع اور ذائع ہے کہ کوئی صاحب علم اس کے ان معانی و مطالب کے استلزام سے انکار نہیں کر سکتا۔

اس بنیاد پر ہمارا دیوئی شک شبہ سے بالاتر ہے کہ مولانا تھانوی بارگاہ رسالہ کے گستاخ ہیں۔ انھوں نے رسول پاک کے علم شریف کو ردائل کے علم سے تشبیہ دے کر اہانت رسول کے خوفناک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔



۲

علمائے دیوبند کے دوسرے اور تیسرے مذہبی پیشوا مولانا خلیل احمد انبیٹھی اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ زمین کے علم محیط کے سوال پر شیطان کا علم رسول اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ شیطان کے مقابلے میں جو شخص رسول کی وسعت علم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔ کیونکہ شیطان کے علم کی وسعت پر قرآن و حدیث ناظمی ہیں۔ رسول کے علم کی وسعت پر نہ قرآن میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔

اس میں قطعاً دورائے نہیں کہ شیطان کے مقابلے میں رسول پاک کے علم کی تنقیص ایک کھلا ہوا کفر اور ایک کھلی ہوئی گستاخی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی کھلی ہوئی گستاخی اور کھلا ہوا کفر ہے کہ شیطان کے مقابلے میں جو شخص رسول پاک کی وسعت علم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے لیکن یہی عقیدہ شیطان کے علم کے بارے میں رکھنا شرک نہیں۔

اسی طرح یہ کہنا بھی رسول پاک کی صریح تنقیص ہے کہ رسول پاک کے علم کی وسعت پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن شیطان کے علم کی وسعت پر قرآن میں بھی

دلیل ہے اور حدیث میں بھی۔
 (۳) علمائے دیوبند کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا مولانا قاسم نانوتوی
 بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے۔ جبکہ حضور کو خاتم النبیین ہونے کی حیثیت
 سے آخری نبی ماننا قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی۔

بلکہ اپنی کتاب میں انھوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضور کے زمانے یا حضور
 کے بعد بھی اگر کسی نئے نبی کا آنا فرض کیا جائے جب بھی حضور کی خاتمیت میں کوئی فرق
 نہیں آئے گا۔ حالانکہ یہ بات آسانی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی نئے نبی کے آنے کی
 صورت میں حضور کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ مولانا نانوتوی کی یہی
 وہ کتاب ہے جسے قادیانی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے جواز کا پیش خیمہ
 قرار دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ ختم نبوت کے مسئلے میں علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارا اختلاف
 فروعی نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی ہے۔ اور یہ اختلاف حرمت و حلت کا نہیں بلکہ
 کفر و اسلام کا ہے۔

دعوت الضاف

دیوبندی علماء کے ساتھ ہمارے اختلاف کی یہ پہلی بنیاد ہے جو ان کی کتابوں کے
 حوالوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔ واضح رہے کہ اس بنیاد کا تعلق اہانتِ رسول اور
 انکارِ ضروریاتِ دین سے ہے۔ جس کے کفر ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔ قرآن
 کی بیشمار آیتیں اس عقیدے پر شاہد عدل ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں
 ہلکی سی گستاخی بھی اسلام اور ایمان کے رشتے کو منقطع کر دیتی ہے۔ علم اور عبادت
 گستاخی کے انجام بد سے کسی کو ہرگز نہیں بچا سکتی۔

وغیرہ بہہ کر آئے گی اور وہ ہی ان کو پلائی جائے گی۔ تو کفر کی وجہ سے ان کو یہ عذاب ہوا اور فریب کی وجہ سے یہ درد پہنچا۔
 یُكَذِّبُونَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان پر مصیبتیں جھوٹ کی وجہ سے آئیں۔ یُكَذِّبُونَ کذب سے بنا ہے اس کے معنی
 ہیں جھوٹ، جھوٹ کئی قسم کا ہوتا ہے (۱) قول میں جھوٹ وہ اس طرح کہ خلاف واقع خبر دے، (۲) فعل میں جھوٹ وہ اس
 طرح کہ عمل قول کے خلاف ہو یعنی کہے کچھ اور کرے کچھ اور۔ (۳) عقیدے میں جھوٹ وہ اس طرح کہ غلط عقائد اختیار
 کرے مثلاً خالق تو ایک ہے لیکن کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ خالق چند ہیں تو یہ عقیدے کا جھوٹ ہوا۔ ہر جھوٹ برا ہے لیکن عقیدے کا
 جھوٹ سخت برا اور یہ منافق ہر طرح جھوٹے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بدترین گناہ اور فحش عیب ہے بلکہ ہزار ہا
 گناہوں کی جڑ ہے۔ اگر کوئی شخص جھوٹ نہ بولنے کا عہد کرے تو ان شاء اللہ بہت سے گناہوں سے بچ جائے گا انبیائے کرام
 سارے گناہوں سے اور خصوصاً جھوٹ سے بالکل محفوظ و معصوم ہوتے ہیں۔ جو شخص انہیں جھوٹا مانے وہ بے دین ہے
 حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو آیا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ تین جھوٹ بولے یہاں جھوٹ سے مراد
 تعریض ہے یعنی دو معنی والا کلام بولنا اور اس سے خلاف ظاہر معنی مراد لینا، اور یہ تعریض ضرورتاً جائز ہوتی ہے جیسے کہ آپ کی
 بیوی حضرت سارہ کے متعلق ایک ظالم بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آپ کی کون ہیں، آپ نے خیال فرمایا اگر میں نے کہہ دیا کہ
 میری بیوی ہے تو یہ ظالم مجھ سے جبراً چھین لے گا، اس لئے آپ نے کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ وہ نسبی بہن سمجھا اور آپ
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے ہیں کسی
 تمہارے ساتھ یہ کون ہیں آپ نے راز چھپانے کے لئے فرمایا مجھے راستہ بتانے والے ہیں وہ
 مراد ہے اور آپ کی مراد بھی راہ الہی۔ یہ تعریض ہے اور ضرورتاً جائز۔ تہہ جھوٹ بہر حال
 کے، سخت مجبوری کی حالت میں۔ دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے اپنی بیوی کو راضی کر
 روڑتا۔ (تفسیر روح البیان و شامی وغیرہ) جھوٹ سے جس طرح آخری عذاب آتا ہے ایسے
 ہوتی ہیں مثنوی شریف میں ہے۔
 رواں ہا راز وہ است کہ بیوئے روز بیرون آمدہ است
 خلق را رہبر مباد کو دہد بس کارواں ہا را بباد
 صبح کاذب بھی صد ہا قافلوں کو برباد کر چکی ہے۔ خدا کرے جھوٹا کسی کا رہبر نہ بنے۔
خلاصہ تفسیر: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی فطرت میں ہی تندرستی نہیں اور ان کے دلوں پر جھوٹ کی بیماری
 ہے جوں جوں صحت بخش باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی گئیں ان کی مخالفت سے ان کا مرض بڑھتا گیا اور جس ط
 کہ جسمانی مرض کا انجام موت ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا نتیجہ دردناک عذاب ہے بارش ہر درخت کو بڑھاتی
 جس درخت کا تخم خراب ہو اس میں کانٹے اور کڑوے پھل آتے ہیں اور جس کا تخم اچھا ہو اس میں عمدہ پھل پھول لگتے
 اسی طرح قرآن کریم کی آیتیں رحمت کی بارش ہیں جس سے مومنوں کو شفاء ہوتی ہے اور جن کی اصل میں کجی ہے ا
 بیماری بڑھتی ہے اس میں ان کا اپنا قصور ہے نہ کہ قرآن کریم کا۔
تفسیر صوفیانہ: عام طور پر دل میں اچھے خیالات بھی آتے ہیں اور برے بھی، اچھے خیالات رحمانی الہام



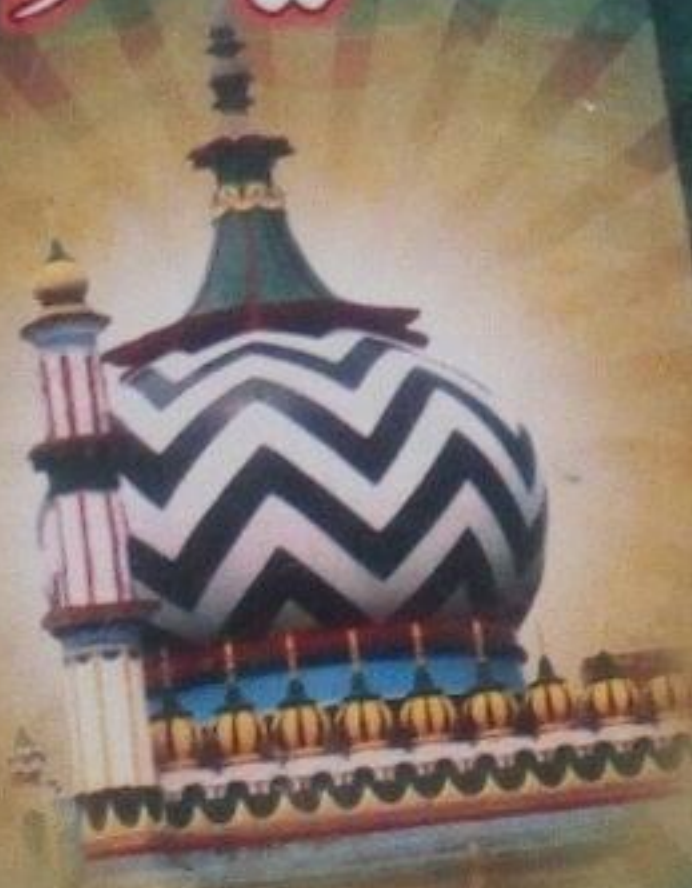
اس کی وجہ استحالہ بتائے گا وہ کہہ دے گا اس وجہ سے محال ہے، نفس ذات میں استحالہ نہیں، محال بالذات وہ ہے جس کی نفس ذات ابا کرے وجود سے، اور وہ عرض بھی محال بالذات ہوتا ہے جو اپنے وجود کے وقت ایسی شے سے متعلق ہوتا ہے جس کی نفس ذات ابا کرتی ہے وجود سے، اور اگر وہ شے مستقل نہیں تو جس کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس کی نفس ذات ابا کرے اس کے وجود سے، تو وہ بھی محال بالذات ہے، وجہ استحالہ بیان کرنے سے شے محال بالغیر نہیں ہو جاتی، اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی، اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال، ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے تو محال بالغیر ہوگا اب وہ غیر کیا ہے جس کے سبب سے یہ محال ہے وہ کذب الہی ہے، لازم آئے گا کہ کذب الہی محال بالذات ہو ورنہ محال بالغیر تو ممکن بالذات ہوتا ہے اور ممکن بالذات پر کوئی شے موقوف ہونے سے محال بالغیر نہیں ہو جاتی۔ (پھر فرمایا) کذب الہی کا امکان مان کر عقائد، ایمان، شرائع، ادیان کچھ بھی نہ رہے گا۔ ایمان کہتے ہیں اعتقاد ثابت جازم غیر متزلزل کو، ہمارا ایمان ہے کہ قیامت آئے گی، پھر کیا سبب ہے کوئی دلیل عقلی اس پر قائم نہیں، سمعیات محضہ میں سے ہے، لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اخبار الہی، اور جب اخبار الہی میں کذب ممکن ہو تو اعتقاد ثابت جازم غیر متزلزل کہاں سے آئے گا، پھر تو ہر بات میں یہ رہے گا کہ ممکن ہے جھوٹ کہہ دیا ہو، تو نہ دین رہا نہ قرآن، نہ اسلام رہا نہ ایمان۔

عرض:- حضور اگر کلام لفظی میں کذب ممکن مانا جائے اور کلام نفسی کو اس سے پاک مانا جائے تو کیا خرابی ہے؟

ارشاد:- کلام لفظی تعبیر کس سے ہے، کسی معنی سے ہے یا یہ معنی سے علیحدہ الفاظ ہیں، ضرور ہے کہ معنی سے تعبیر ہے اور معنی کلام نفسی، اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ صدق، کذب اولاً معنی کو عارض ہوایا الفاظ کو، ضرور ہے کہ معنی ہی کو عارض ہے، اس کے ذریعہ سے الفاظ پر، تو کذب کلام نفسی پر ہو یا صرف کلام لفظی پر۔ معنی اگر مطابق واقع ہیں تو صادق ورنہ کاذب۔ الفاظ اگر اس کے موافق ہیں تو یہ صادق ہوگا تو وہ بھی صادق، اور یہ کاذب ہو تو وہ بھی

کامل
الملفوظ
مع

وصايا شریف



حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ

قادیانی کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف

ذکر تہاری پیش کردہ دوسری آیت میں ہوا۔ لیکن جب عالم کی کسی چیز سے حق تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہو جائے تو اب اس کے خلاف ہونا محال بالذات۔ اس کا ذکر پہلی آیت میں ہوا تو خلاصہ یہ ہوا کہ کفار مکہ پر عذاب کا آنا اور نہ آنا خود اپنے لحاظ سے دونوں ممکن ہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ عذاب نہ آنے کا حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا، اور اس کے ارادے کے خلاف ہونا محال بالذات۔ لہذا اس حال میں عذاب کا آنا محال بالذات۔ مثال سمجھو! زید کھڑے ہونے اور بیٹھنے دونوں پر قادر ہے مگر جب کھڑا ہو جائے تو بیٹھنا محال بالذات ہے کیونکہ وہ اجتماع ضدین کی مثال ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر تفسیر



لیکن جب کسی کو پیدا فرمادیا تو پیدا ہو چکنے کی حالت میں فنا ہونا محال بالذات۔ اس طرح ہاں جب نیستی کی جائے گی تو ہستی فنا ہو جائے گی۔ ہر دو نقیضوں کا یہی حال ہے کہ ان ہوتے ہوئے دوسرے کا ہونا محال بالذات۔ اور موٹی مثال سمجھو! کنواری لڑکی جس بطریق بدلیت ہر مسلمان کے نکاح میں آسکتی ہے۔ مگر جب ایک سے نکاح کر لیا تو عموماً محال بالذات ہو گیا۔ اور سمجھو کہ زید کے پیدا ہونے سے پیشتر ہر شخص بطریق بدلیت کے نطفے سے پیدا ہو چکا اور بکر اس کا باپ بن چکا تو اس حالت میں کسی اور کا باپ بننا محال ہے اور کو بھی زید کا باپ بنادے، کذب جب ہوتا ہے جب کہ تعلق ارادے کے باوجود حق کا تعدد امکان اور چیز ہے اور امکان تعدد دوسری چیز۔ اس عذاب بھیجنے میں امکان کا تعدد کے لئے عقل و علم بھی ضروری ہے اور دین بھی، مگر دیوبندیوں کے ہاں ان تینوں کا دیوالہ ہے۔ یہ دیوبندیوں کا انتہائی اعتراض تھا جو بفضلہ تعالیٰ پاش پاش ہو گیا، اور ہم تو اس سے یہ بھی سمجھے کہ وہ ابھی تک امکان کذب کے معنی سمجھے ہی نہیں۔ یہ کون کہتا ہے کہ عالم کی بعض چیزیں ممکن ہیں اور بعض ناممکن، نقیضین، ضدین ہر ایک ممکن لیکن ان کا جمع ہونا محال بالذات۔ اسی طرح خبر الہی کے ساتھ خلف کا ہونا محال بالذات۔ اسی کا نام امکان کذب ہے۔

اس سوال کا آسان جواب یہ ہے کہ آیت مَّا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ میں عام عذاب ظاہری مراد ہے مسخ اور پتھر برسا وغیرہ اور دوسری آیت لَعْنَةُ اللَّهِ قَادِرٌ میں عذاب باطنی مراد ہے، یعنی جنگوں میں شکست، قحط سالی، سخت بیماریاں وغیرہ، یا عذاب ظاہری خاص جیسے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ قرب قیامت بعض قوموں کی صورتیں مسخ ہوں گی۔ زمین دھنسے لگے گی، حضور کی تشریف آوری سے عام عذاب ظاہری آنا منع ہو گیا، دوسرے عذاب منع نہیں، آیت وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ سے پہلے کفار مکہ کی یہ دعا مذکور ہے کہ اَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ نُنَزِّلْ عَلَيْنَا بَعْدَ ابْلِيمَ جس سے پتہ لگا کہ وہاں یہی عذاب مراد ہے۔ خیال رہے کہ کذب و صدق خبر کی صفت ہے نہ کہ مخبر عنہ کی۔ لہذا یہ محال بالذات ہے کہ رب تعالیٰ خلاف واقعہ کی خبر دے۔ یہی امتناع کذب کے معنی ہیں جن کے جنتی ہونے کی خبر دے دی گئی۔ اگر وہ دوزخ میں جاسکتے ہیں تو یہ خبر محال بالذات ہوتی۔ ساتواں اعتراض: عام متکلمین فرماتے ہیں کہ مَقْدُورُ الْعَبْدِ مَقْدُورُ اللَّهِ یعنی جس پر بندہ قادر ہے اس پر خدا بھی قادر ہے، اور جھوٹ پر تو بندہ قادر، تو چاہئے کہ خدا بھی قادر ہو، جواب: اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جس کے کسب یعنی کرنے پر بندہ قادر ہے اس کے خلق یعنی پیدا کرنے پر خدا بھی قادر۔ کیوں کہ وہ ممکن ہی ہو گا نہ یہ کہ خدا بھی اس کے کرنے پر قادر ہو جائے۔ اگر یہ سب ہوتا تو بندہ زنا، چوری وغیرہ سب پر قادر ہے کیا رب کو ان پر قادر مانو گے۔ انہما

نقل خط حضرت

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکر مکرزہ اود اللہ شرفہ
در مسئلہ امکان کذب بر رفع شہادت مولوی نذیر احمد خاں صاحب نام پوری
(شعبہ) براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے
کتب الہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹ ہے
اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قطعہ کی اس تحریک کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے از فہم
امداد اللہ حشری فاروقی عفی اللہ عنہ۔ بخیریت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیہ سلام کتاب
کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا۔ ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور آسائش
مطلب براہین قاطعہ بالا اختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچا دے اِنْ اُرِیدُ اِلَّا اِیۡسَافًا
مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاِیۡہِہٖا

جواب :- واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی
اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ
مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا وَرَیۡتَ اللّٰہَ لَا یُخْلِیۡفُ الْمُنِیۡعَادَؕؕؕ وغیرہ آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے
شائبہ نقض کذب وغیرہ سے۔ راخلاص علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے
جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق
میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ
نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم
نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالة لاحق ہو اور ہو
چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ
میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شہادت آپ نے وقوع کذب پر متفرع
کئے تھے وہ مندرج ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان
کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر انہما زباں قاصر ہیں۔ آیات و احادیث کثیرہ سے یہ
مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے
قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤیۡۤ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیۡکُمْ مِّنۡۢ اٰیٰۤاِ اللّٰہِ دُوۡسِرٰی جَکَۡ اَرۡشَادُ فَرَمٰیۤا وَ مَا کَانَ اِلَّا نَسۡیَۡ

لہ امد اللہ تعالیٰ سے جو حکم لکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہیں فرما سکتا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس کو چاہے

فتاویٰ ارشدیہ

میتوب لکھنؤ جدید

حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی

ثاقب بکد پوڈیو بند

کیوں نہ ہو اس بات پر بندے عرض کی کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اور میرے بھائی عیسیٰ کو دروزخ میں بھیج دے تو عدل ہی کرے گا۔ فرمایا بے شک! تمام جہان اس کی ملکیت ہے۔ جو اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ وہ ظلم نہیں کرتا۔ ظلم تو اسے کہتے ہیں جو غیر کی ملکیت میں تصرف کیا جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اشعر یہ مذہب میں اسی طرح ہے کہ یہ بات جائز ہے کہ حق تلے

مومن کو ہمیشہ کے لئے دروزخ میں رکھے یا کافر کو ہمیشہ کے لئے بہشت میں رکھے۔ کوئی کہہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مذہب میں ایسا نہیں۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ نادان دانا کے برابر نہیں۔ اور اندھا بینا کے برابر نہیں اسی طرح اور مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اب اس کی حکمت سے یہ واجب ہے۔ کہ مومن بہشت میں جائے اور کافر دروزخ میں۔ اس واسطے کہ وہ حکیم ہے۔ حکمت کے موافق کام کرتا ہے۔ جیسے کسی شخص کے پاس مال ہو۔ تو جس طرح وہ چاہے۔ خرچ کرے۔ اگر وہ اپنے مال کو کنوئیں میں بھی پھینک دے۔ تو کبھی حکمت سے خالی نہ ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا۔ اگر کوئی مومن بغیر توبہ کئے مر جائے۔ تو تین باتوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے اسے بخش دے یا اپنے فضل سے بخش دے۔ یا کسی شفاعت سے اسے بخش دے۔ اگر دروزخ میں بھی ڈالے گا۔ تو اس کے گناہوں کے مطابق اسے عذاب کر کے آخر کار اسے بہشت میں بھیج دے گا۔ لیکن ہمیشہ کے لئے دروزخ میں نہیں رکھے گا۔ کیونکہ وہ دنیا سے باایمان گلیا ہے۔

مختلف حکایتیں ہفتے کے روز گیارھویں ماہ شوال سن مذکور کو پانچویں کی سعاد

کی کریم نازا کرتا ہے۔ اور مدت سے تجھے کہہ رہا ہے کہ تجھے خواجہ صاحب کی خدمت میں بے چارہ تاکر صیبت کی دولت نصیب ہو۔ چونکہ خواجہ صاحب کی مہربانی اور شفقت عام تھی۔ یہ بات



ہمیشہ بہشت

ملفوظات خواجگان چشت



سول ایجنٹ:

مکتبہ رضویہ

۳۹۹ - مٹیامحل
دہلی ۱

ادبی دنیا

حکایت

تو حضرت عائشہ صدیقہ کو ضرور بیٹا ملتا (نعوذ باللہ) میں نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال و اولاد مانگتے ہو، اگر ان سے کچھ ملتا ہوتا ہے تو حضرت ربیعہ نے کہا تھا اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ يَا رَسُولَ اللَّهِ میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں، کیا مال و اولاد جنت سے بڑھ کر ہیں؟ عائشہ صدیقہ یا خود سرکار نے بیٹے کی دعا کب مانگی؟ جن نبیوں نے بیٹے کی دعا مانگی، انہیں فوراً بیٹے کی بشارت اور بعد میں فرزند دیا گیا اگرچہ وہ حضرات اس وقت بوڑھے تھے اور ان کی بیویاں بوڑھی بھی اور بانجھ بھی، دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بی بی سارہ کا واقعہ، اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی بیوی ایثار کا واقعہ جو قرآن کریم میں تفصیل دار مذکور ہے، بی بی سارہ نے تو اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری پا کر حیرت سے کہا تھا کہ کیا میں بوڑھی اور بانجھ بچہ جنوں کی، قرآن کریم فرماتا ہے وَأَنَا عَجُوزٌ عَقِيمٌ تعجب ہے کہ حضرت طلحہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سوا اولادیں ملیں یعنی اولاد اور اولاد اور اولاد، اور بی بی عائشہ صدیقہ کو ایک بیٹا بھی نہ ملے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

تیسرا اعتراض

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اور جسے چاہے عذاب دے اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو، لہذا مسئلہ، امکان کذب ثابت ہو گیا۔ جواب: مسئلہ امکان کذب کی مکمل بحث ہم پہلے پارے میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر میں کر چکے، اس سوال کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں گنہگار مسلمانوں کا ذکر ہے، کیونکہ معافی اور سزا گناہ کی ہوتی ہے، اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے، نہ کفار سے کوئی واسطہ، ورنہ یہ آیت تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع، اور یہاں وقوع کا ذکر ہے کہ رب تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ چوتھا اعتراض: مسلمانوں کے خدا کے راج میں بڑی اندھیرنگری ہے کہ جسے چاہے عذاب دے دیا جائے اگرچہ اس نے کوئی پاپ نہ کیا ہو، اور جسے چاہے جنت دے دی جائے اگرچہ وہ مہاپاپی ہو، ایسا اندھیر مچانے والا خدا نہیں ہو سکتا، ہمارا پر ماتما انصاف والا ہے کہ اچھوں کو جزاء اور بروں کو سزا ضرور دیتا ہے (آریہ از ستیارتھ پرکاش) جواب: ہم اس کا تحقیقی و تفصیلی جواب سورہ بقرہ کے آخر میں لے چکے ہیں کہ یہاں گنہگاروں کا تذکرہ ہے کیونکہ معافی و سزا کا ذکر ہو رہا ہے، معافی بھی گناہ کی ہوتی ہے اور سزا بھی بھولے ناسمجھ پنڈت نے مغفرت اور عذاب کے معنی ہی نہ سمجھے۔ پانچواں اعتراض: بتاؤ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوت نازلہ پڑھنا اور کفار کو بد دعائیں دینا غلط تھا یا صحیح، اگر صحیح تھا تو رب تعالیٰ نے اس سے روکا کیوں، اور اگر غلط تھا، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیوں؟ آپ کا تو ہر قول وحی الہی سے ہے اور ہر عمل رب تعالیٰ کی طرف سے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔ جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل بھی درست تھا اور یہ بھی، مگر وہ اچھا تھا، یہ بہت اچھا، رب تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب تم بہت اچھے رسول ہو، اس لیے بہت ہی اچھا عمل کرو، یہ ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ نے صحابہ کرام سے فرمایا وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ اے مسلمانو! اگر تم سے بدلو لو، تو برابر لینا، زیادہ نہ لینا، اور اگر تم صبر کرو، تو یہ اور بھی اچھا ہے۔

فار سے بدلہ لو، تو برابر لینا، زیادہ نہ لینا، اور اگر تم صبر کرو، تو یہ اور بھی اچھا ہے۔

نہایت

یہ سوال و جواب تفسیر کبیر و روح المعانی وغیرہ نے نقل فرمایا۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا

چاند سورج جمع کر دیے جائیں گے، اگر پیدا نہ ہوتے، تو جمع کیسے ہوتے؟ اور دوزخ کے بارے میں فرماتا ہے **وَلَسْأَلُ النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ** اس کا ایندھن لوگ دہتھر ہیں، اگر پتھر پیدا نہ کئے جاتے، تو آگ کا ایندھن کیسے بنے، اور فرماتا ہے کہ سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتے، انہیں آگ میں تپا کر **فَتَكُونُ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ** ان کے چہرے اور پیٹیاں دکر وٹیں داغی جائیں گی، اگر سونا چاندی پیدا نہ کئے جاتے، تو تپایا کئے جاتا، اور داغ کئے دیا جاتا؟ لہذا خیانت مال بھی پیدا کیا جائے گا، تاکہ اس سے خائن کو عذاب دیا جائے، تمہاری پیش کردہ آیت میں جانوروں کی پیدائش کا تو ذکر ہے مگر دوسروں کی پیدائش کی نفی نہیں، چونکہ اصل مقصود انسان کی پیدائش تھی، باقی اس کے تابع، اس لیے ان کا ذکر نہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ یہاں خیانت کے عمل کا بوجھ اٹھانا مراد ہے نہ کہ مال کا اٹھانا جیسے آج قرض، خود ایک بوجھ ہوتا ہے، ایسے ہی کل خیانت ایک بوجھ ہوگی، تیسرے یہ کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر عمل ذرہ برابر ہو، پھر وہ پتھر کی چٹان آسمان میں ہو، تو **يَا أَيُّهَا اللَّهُ** تب بھی اللہ سے لے آئے گا، یہاں بھی ایک مثال ہی دی گئی ہے، تفسیر کبیر نے یہی جواب رائج قرار دیا، مگر فقیر کے نزدیک جواب اول قوی ہے، کسی آیت میں بلا ضرورت شرعیہ تاویل نہ کرنا چاہئے۔

اعتراض: تمہارے پیش کردہ فوائد سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خائن کی شفاعت نہ فرمائیں گے تو مسئلہ شفاعت ختم ہوا، خیانت کی طرح اور بھی بہت سے جرم ہیں، چاہئے کہ ان کی شفاعت بھی نہ ہو۔ **جواب:** اس کے جواب ہیں، ایک یہ کہ یہ فرمان ڈرانے کے لیے ہے، بغیر مثال یوں سمجھو کہ ماں شریہ بچے سے کہتی ہے کہ اگر تو نے میرا کہاں مانا، تو باپ کی مار سے نہ بچاؤں گی، تاکہ بچہ شرارت سے باز آجائے، مگر جب باپ مارتا ہے تو پھر رحم کھا کر بچا ہی لیتی ہے، ممکن ہے کہ وہاں بے کسی دیکھ کر رحم فرمائیں، فرماتے ہیں کہ میری شفاعت گناہ کبیرہ والے امتی کو پہنچے گی۔

دیکھی جو نیکی تو انہیں رحم آگیا گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

دوسرے یہ کہ یہ وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو خیانت حلال جان کر کریں، اب وہ کافر ہوئے، اور کافر کے لیے شفاعت نہیں، یہ ہی وعید مانعین زکوٰۃ کے لیے بھی ہے، وہاں بھی منکرین زکوٰۃ مراد ہیں، نہ کہ تارکین زکوٰۃ۔

تیسرا اعتراض: **تُوفِّي كُلُّ نَفْسٍ** سے معلوم ہوا، کہ ہر نفس کو پورا بدلہ دیا جائے گا، تو نہ معافی کوئی چیز رہی نہ شفاعت۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں، ایک یہ کہ یہاں قانون کا ذکر ہے، اور **إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا** میں اس کی قدرت کا تذکرہ ہے، ہمارا ایمان قانون پر بھی ہے قدرت پر بھی، دوسرے یہ کہ توفی کے معنی یہ ہیں، کہ گناہوں کی سزا میں زیادتی نہ ہوگی اور نیکیوں کی جزاء میں کمی نہ کی جائے گی، رہا گناہ معاف فرما دینا، نیکیوں کا بدلہ زیادہ دے دینا، یہ کرم ہے، غرضیکہ یہاں عدل کا ذکر ہے عدل فضل کے خلاف نہیں، تیسرے یہ کہ یہ پورا دینا ظلم کے مقابل ہے، اس لیے فرمایا گیا **وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ**، اگر رب تعالیٰ کسی کی نیکیاں ساری برباد فرما دے، تو ظلم نہیں اور اگر کسی کو بلا جرم سخت سزا دے، تب بھی ظلم نہیں، ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں بلا اجازت عمل درآمد کرنا سب اللہ کے بندے ہیں اسی کی ملکیت ہیں، اپنے بندوں سے جو معاملہ فرما دے عین عدل یا فضل ہے، ظلم کیسا؟ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو کیا نابالغ بچوں کے اعمال کی بھی سزا و جزاء ہے؟ نفس تو وہ بھی ہیں۔ **جواب:** یہاں نفس سے مراد مکلف بندہ ہے جس پر شرعی احکام جاری ہوں، اسی لیے آگے ارشاد ہوا **بِمَا كَسَبَتْ** اس کے کسب کا بدلہ دیا

کہتے پھرنا اپنے کو پاک و بے عیب جاننا اور ان آیات میں تزکیہ سے مراد ہے نیک اعمال کے ذریعہ اپنے کو پاک کرنا لہذا آیات میں تعارض نہیں اپنے کو پاک کہنا شیخی ہے پاک کرنا مجاہدہ۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی تعریف اپنے آپ نہ کرنی چاہیے مگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی تعریف خود کرتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ **جواب:** اپنی تعریف شیخی کے لئے کرنا منع ہے رب تعالیٰ کا اپنی تعریفیں فرمانا ہمیں ایمان دینے کے لئے ہے اور گناہوں سے بچانے کے لئے کہ اے بندو! تم ہماری یہ صفتیں مانو تو مومن بنو گے اور ہماری جباریت اور قہاریت پر نظر رکھو تو گناہوں سے بچو گے۔ ایک حاکم رعایا سے کہتا ہے کہ میں مجرم کو جیل اور پھانسی دینے پر اختیار رکھتا ہوں یہ شیخی نہیں بلکہ مجرموں کو جرم سے روکنا اور ملکی انتظام قائم رکھنا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی تعریف خود کرنا برا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریفیں خود کی ہیں کہ فرمایا ہم شفیع المذنبین ہمیں ہم رحمۃ اللعالمین ہیں اسی طرح حضور غوث پاک نے قصیدہ غوثیہ میں اپنے برے فضائل بیان فرمائے یہ تمام اس آیت کے خلاف ہے یا نہیں۔ **جواب:** خلاف ہرگز نہیں شیخی کے طور اپنی تعریف کرنا برا ان حضرات کا اپنی تعریف فرمانا فخر انہیں شکر ہے یہ عبادت ہے رب فرماتا ہے: **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** نیز حضور کا اپنے کو شفیع المذنبین فرمانا ہم گنہگاروں کی آس بندھانے کے لئے ہے کہ گنہگار موت گھبراؤ میرے پاس آؤ میں تم جیسے لاکھوں کو بخشوا لوں گا یہ آپ کی تبلیغ ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی تعریف کرنا منع ہے تو بعض علما کو فخر الاسلام شمس الائمہ وغیرہ کیوں کہا جاتا ہے؟ **جواب:** یہ کلمات ان لوگوں نے خود اپنے لئے استعمال نہ کئے بلکہ قدرتی طور پر مسلمانوں کے منہ سے ان کے لئے نکلے یہ قوم نے خطاب دیئے ہیں یہ اللہ یزکی من یشاء کا ظہور ہے۔ **پانچواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ پاکی اپنی کوشش سے نہیں ملتی رب کے کرم سے ملتی ہے مگر دوسری جگہ رب فرماتا ہے۔ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا** کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اپنے کو پاک کر سکتا ہے آیتوں میں تعارض ہے **جواب:** تعارض ہرگز نہیں یہاں پاک کرنے والے فاعل حقیقی کا ذکر ہے اور اس آیت میں پاکی کے اسباب جمع کرنے والے کا ذکر ہے رب کی بارگاہ میں جانا اس کی اطاعت کرنا بندے کا کام ہے اور پروردگار کا اسے قبول فرمالینا بخش دینا رب کا کام دریا میں جانا اور غوطہ لگانا بندے کا کام ہے مگر اس کو پاک کر دینا دریا کا کام۔ **چھٹا اعتراض:** سارے بندے اللہ کے بندے ہیں اگر وہ بلا قصور سزا دے دے تو بھی ظالم نہیں اور کسی کو نیکی کا ثواب نہ بھی دے تو بھی ظالم نہیں ظالم وہ ہے جو دوسروں کی ملکیت سے ناجائز تصرف کرے پھر قرآن کریم نے اسے ظلم کیوں فرمایا۔ **جواب:** اس کا جواب تفسیر کے کبیر نے ایک مقام پر یہ دیا ہے کہ یہ عمل صورت میں ظلم ہے۔ **ساتواں اعتراض:** ان یہود نے اپنے کو نیک اور پاک باز کہا اس میں اللہ پر جھوٹ کیا باندھا رب نے اسے خدا پر جھوٹ باندھا کیوں قرار دیا؟ **جواب:** اس لئے کہ حضور کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر جھوٹ بولا اور اس جھوٹ کو اللہ کی کتابوں اور نبیوں کی طرف منسوب کیا مسجد میں جرم کرنا بڑا گناہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ: سامان سے صاحب مکان و صاحب دوکان کا پتہ چلتا ہے نیاری کی دوکان والے کا سامان کچھ اور ہوتا ہے فوٹو گرافی کی دوکان کا سامان کچھ اور یہ دل ایک مکان ہے اگر اس میں شیطان بستا ہے تو اس کا سامان تکبر شیخی حسد، کینہ، ریا وغیرہ ہے اگر اس دل میں اللہ کے محبوب کا کاشانہ ہے تو ان کا سامان آنکھوں کا پانی عجز و نیاز ایمان و تقویٰ

نا قابل معافی جرم ہے۔ دوسرے جرموں کی بخشش ہو سکتی ہے جس سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاوے چنانچہ بعض کفار کا عذاب اس لئے ہلکا ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے جیسے نوشیروان یا حاتم طائی یا روئے خن مومن عیسائیوں کی طرف سے ہے کہ اگر تو ان مومن عیسائیوں کے گناہ بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کہ تو غالب بھی ہے جو چاہے کرے حکمت والا بھی ہے کہ تیرے ہر کام میں حکمت ہے غرض کہ اس عرض و معروض کا مقصد کفار کی شفاعت فرمانا ان کا کفر بخشوانا نہیں اور ہو سکتا ہے کہ کفار عیسائیوں کے کفر کی بخشش ہی مراد ہو اور مقصد یہ ہو کہ اگر تو ان کافروں مشرکوں کو بھی بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسی صورت میں یہ عرض و معروض شفاعت نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا ہے جیسے حضرت عبداللہ ابن عمر کا فرمان کہ اگر رب تعالیٰ سب کو دوزخ میں بھیج دے تو اس کا عدل ہے اگر سارے بندوں کو جنت دے دے تو اس کا رحم ہے وہاں بھی رب تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے نہ کہ مقبولوں کے عذاب یا مردودوں کے ثواب کا امکان بیان فرمانا۔

نکتہ: اس جملہ کو مفسرین نے مشکل ترین سمجھا ہے کیونکہ بظاہر اس میں کفار کی شفاعت فرمانے کا شبہ ہوتا ہے حالانکہ کفار کے کفر کی بخشش نہیں ہوگی ان کی شفاعت ممنوع ہے پھر حضرت مسیح نے شفاعت کیوں فرمائی اس لئے اس کی بہت توجیہیں کی ہیں۔ فقیر نے جو توجیہ کی ہے اس سے آیت کریمہ واضح ہو جاتی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا یہ سوال و جواب حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ہو چکا اور اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ اگر تو اب ان عیسائیوں کو توفیق ایمان دے کر انہیں مومن بنادے انہیں بخش دے تو تیری مہربانی ہے مگر یہ توجیہ بہت ہی ضعیف ہے اگلی آیت کے بالکل خلاف ہے۔

خلاصہ تفسیر: حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ کے سوال کا جواب دے کر اپنی معذرت پیش فرما کر عرض کریں گے کہ میرے مولیٰ میں نے ان لوگوں سے صرف وہی کہا تھا جو کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کے بند و اللہ پر ایمان لاؤ اس کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب میں رب نہیں بلکہ اللہ کا پروردہ بندہ ہوں اے مولیٰ جب تک میں ان لوگوں میں رہا تب تک تو ان کے عقائد ان کے اعمال کی نگرانی کرتا رہا انہیں بگڑنے سے حتی الامکان بچاتا رہا میری موجودگی میں نہ یہ لوگ مجھے الہ کہہ سکے نہ میری عبادت کر سکے جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا پھر میری ذمہ داری ختم ہو گئی۔ پھر وہ تیرے حوالہ ہوئے ان کے افعال اعمال عقائد کا حافظ نگران تو رہا تو ہر چیز پر ہمیشہ سے نگران ہے میری موجودگی میں اور میری پس پشت ہر چیز تیرے حضور حاضر ہے اے میرے مولیٰ جن لوگوں نے مجھے غلط تبلیغ کا الزام لگایا اگر تو انہیں اس جرم یا دیگر برے اعمال کی سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تجھ سے ان کو کوئی چھڑا نہیں سکتا اور اگر تو ان کا یہ جرم اور دوسرے برے اعمال بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ تو سب پر غالب ہے اور تیرے ہر کام میں حکمت ہے تجھ پر اعتراض کرنے کی کس میں جرأت ہے اب ان کا معاملہ تیرے حوالہ ہے۔

روایت: مسلم شریف اور ابن ابی الدنیاء نے باب حسن الظن میں اور بیہقی نے باب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَ کَثِیْرًا اور یہی آیت اِنْ تَعَذَّبْنٰهُمْ الْخ تِلَاوَت کی تو اپنے ہاتھ شریف دعا کے لئے اٹھائے اور بہت رورو کر عرض کیا اللّٰهُمَّ اَمْتِیْ اَمْتِیْ۔ جبریل امین حاضر ہوئے اور پیغام الہی پہنچایا کہ اے محبوب ہم تمہاری امت کے متعلق تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں گے تم کو غمگین

تفسیر قرآنی

اسم تاریخی

آشرف التفسیر
۱۳۶۳ھ

مفسر

حکیم الامت الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی علیہ رحمۃ الرحمن

حسب خواہش

مرثوم محمد سعید ابن نور محمد رضوی روکاریا

مکتبہ الکبریٰ دہلی

نور افغان

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

وارد ہوئی، اشعری کی دلیل یہ ہے کہ یہ اللہ کا اپنی ملک میں تصرف ہے لہذا یہ ظلم نہ ہوگا اس لئے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف کو کہتے ہیں، اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں اس لئے کہ حکمت نیک و بد کے درمیان فرق کی مقتضی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان برابری کو مستبعد قرار دیا اپنے اس فرمان سے۔ ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار (سورۃ ص آیت ۲۸) کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔ (کنز الایمان) ام حسب الذین اجترحوا السيئات ان نجعلهم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محياهم ومماتهم ساء ما يحکمون (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۱) کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (کنز الایمان)۔ افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (سورۃ القلم آیت ۳۵، ۳۶) کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا سا کر دیں تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔ (کنز الایمان) اور مومن کو ہمیشہ دوزخ میں رکھنا اور کافر کو ہمیشہ جنت میں رکھنا ظلم ہوگا اس لئے کہ یہ شی کو غیر محل میں رکھنا ہے، لہذا یہ ظلم ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے، اور اپنی ملک میں تصرف جیسا جائز ہے جب کہ حکمت کے طور پر ہو، رہا خلاف حکمت طریقے پر تصرف، تو یہ بیوقوفی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے، ان کی عبارت یہاں تک ہے۔

اور بیشک تم نے جان لیا کہ یہ معتزلہ کا مذہب ہے، عقل سے حسن و قبح کے ثبوت میں، تو حکمت ان کے طور پر اسکی تابع ہوگی، رہا اہل حق کا مذہب کہ حسن و قبح عقل سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ثابت ہوتا ہے تو حسن و قبح حکم الہی کے تابع ہیں اور حکمت حکم کی تابع ہے، تو کوئی شی نہ حسن ٹھہریگی نہ قبیح، مگر اس صورت میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہو، تو کسی بات کا حکم فرمائے اور کسی سے روکے، اور یہ مقتضائے حکمت پر جاری ہوگا، مگر اسکے بارے میں ذکر کیا ہے، کہ کافر کو معاف فرمانا ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اس میں اشعری کا اختلاف ہے اور اہل ایمان کو دوزخ میں اور کافروں کو جنت میں ہمیشہ رکھنا ان کے نزدیک یعنی اشعری کے نزدیک عقلاً جائز ہے مگر دلیل سمعی اسکے خلاف پر میں اللہ کے حکم کے بعد، تو ان کا یہ قول ان کی غلطی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ جیسا بھی حکم فرمائے اس کا وہی حکم حکمت ہوگا اب اگر

رہا وہ فعل جس کا واقع ہونا محال ہو اس اعتبار سے کہ علم ازلی اس کے بارے میں سابق ہو تو اس امر کی تکلیف کے وقوع میں اختلاف نہیں لئے کہ علم کا مکلف سے قدرت کو سلب کرنے میں کوئی اثر نہیں مخالفت پر مجبور کرنے کے لئے بھی علم کا کوئی اثر نہیں۔

کیا محسن کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے؟

اور تم یہ جانو کہ حنفیہ نے جس طرح اللہ کے حق میں تکلیف مالا یطاق بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف کرنا محال جانا ۶۵۱ تو وہ ایسے کار کو عذاب دینا جس نے اپنی عمر طاعت میں گزاری اور اپنے مولیٰ کی خوشی میں نفس کی مخالفت کی اور زیادہ ممنوع جانتے ہیں (۶۶)

(یعنی تکلیف ممتنع عقلی کو جائز نہ بتایا) اور ہمارے اصحاب کا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ مکلف سے فعل کے صادر ہونے کا امکان صحت تکلیف کے لئے کافی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے خرق عادت فرما سکتا ہے جب بندہ اس فعل کا قصد کرے رہا وہ جو اصلاً ممکن نہیں تو طلب حقیقی کے معنی پر اس سے مکلف کرنا نہ عجز کے اظہار کے طور پر جیسے "فأتوا بسورة من مثله" ترجمہ: تو اس جیسی ایک سورت تولے آؤ۔ (کنز الایمان) نہ تعذیب کے طور پر جیسے جاندار کی تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا اس میں جان ڈالو (ایسی تکلیف بانہ جہل ہے یا عبث ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ جانا واجب ہے۔ ۱۲)

[۶۵] استحالة کا معنی یہ ہے شی کا محال ہونا اور کسی شی کو تمہارا محال شمار کرنا یہ مصدر لازم و متعدی دونوں ہے۔ ۱۲

اطاعت گزار بندے کی تعذیب کے مسئلہ میں محشی علام کی نادر تحقیق

[۶۶] ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماترید یہ کہ نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اس لئے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی طاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے۔ کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے۔ اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے

معتزلہ قائل ہیں ۱۴۱ پھر سب نے اس کی لٹی پر اتفاق کیا جس کی بناء معتزلہ نے
 حسن و قبح عقلی کو ثابت ماننے پر رکھی یعنی یہ عقیدہ کہ اللہ پر بندوں کے لئے
 اصلاح کی رعایت اور روزی دینا اور طاعت پر ثواب دینا اور گناہوں پر عذاب
 دینا اور بچوں اور جانوروں کو تکلیف پہنچانے کی صورت میں اس کا معاوضہ
 دینا (اہل سنت کا اتفاق) اس بناء پر ہے کہ انکے مقابلات یعنی جن امور کو
 معتزلہ نے واجب مانا ہے ان کے مقابلات کا خلاف حکمت ہونا (اہل سنت
 کے نزدیک) ممنوع ہے بلکہ ان حضرات نے یہ فرمایا، کہ دلائل سمعیہ میں جو
 وارد ہوا یعنی روزی دینے، طاعت پر ثواب دینے اور مومن کو اور اس کے بچے
 کو ہر تکلیف میں یہاں تک کہ جو کاشا اس کو لگے اس پر اجر دینے کا وعدہ وہ
 محض اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اس پر کچھ واجب نہیں موجود ہونا اس کے
 وعدے کی وجہ سے ضروری ہے اور حسن کے بارے میں دلیل سمعی وارد نہیں
 جیسے چوپایوں کی تکلیفوں پر اجر دینا ہم اس کے واقع ہونے کا حکم نہیں کرتے
 اگرچہ عقلاً اس کو جائز جانتے ہیں۔

مسئلہ: یہ بات عقلاً جائز کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بغیر

جرم کے عذاب دے اور بعد میں اس پر ثواب نہ دے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو تکلیف دینا اور بغیر کسی جرم سابق کے
 عذاب دینا اور بعد میں اس پر ثواب نہ دینا عقلاً دنیا و آخرت میں جائز ہے ان
 امور کا صادر ہونا اللہ کی طرف سے قبیح نہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے کہ
 وہ اس کو جائز نہیں جانتے مگر اس صورت میں جب کہ کسی عوض کے لئے یا
 جزاء کے لئے ہو ورنہ ایسا کرنا (ان کے خیال میں) ظلم ہوگا جو حکمت کے

[۶۲] (ہیں) اور وہ ہے عقل کا کسی فعل میں حسن و قبح کے ادراک میں مستقل ہونا حسن و قبح ذاتی

ہوں یا فعل کی صفت کی بناء پر اگرچہ یہ امر ہمارے نزدیک کسی حکم کا موجب نہیں مطلقاً یا اس

تفصیل پر جیسا کہ اسکی کچھ تفصیل گزری برخلاف معتزلہ کے۔ ۱۲ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان سے محل نزاع سے غافل ہونے کی وجہ سے ناشی ہوا، یہاں تک کہ متاخرین اشاعرہ کے بعض محققین یعنی مولیٰ سعد الدین نے ”شرح مقاصد“ میں ان کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا: اور مجھے ان محققین کے کلام سے تعجب ہے جو حسن و قبح عقلی کے مسئلہ میں محل نزاع سے واقف ہیں۔

ابن ابی شریف نے فرمایا: ان لوگوں نے کیوں کر یہ خیال نہ کیا کہ ان کا یہ کلام محل اتفاق میں ہے، نہ کہ محل نزاع میں۔

ہر وہ صفت جو بندوں کے حق میں نقص ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے جیسے کذب

اگر یہ کہا جائے کہ محل اختلاف محل اتفاق تو افعال عباد میں ہے نہ کہ صفات باری سبحنہ میں، ہم یہ کہیں گے کہ اشعر یہ اور ان کے غیر میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ [۷۱] ابندوں کے حق میں نقص ہے باری تعالیٰ

اہل جنت کو دوزخ میں جانے کا حکم دے اور دوزخیوں کو جنت میں دخول کا حکم دے تو اس کا یہ حکم محض حکمت ہوگا اس لئے کہ حکمت تو حکم الہی سے شی کے حسن و قبح ہی پر موقوف ہے لہذا حکم کا سابق ہونا ظہور حکمت کے لئے ضروری ہے اور حکم کے وارد ہونے سے پہلے شی کے لئے حسن و قبح نہیں مگر معتزلہ کے نزدیک اھ (مطالب و فیہ کا کلام ختم ہوا)۔

اور میں نے اس پر جو لکھا اسکی عبارت یوں ہے اقول: اس بات سے غفلت میں حرج نہیں کہ اس حسن و قبح کا عقلی ہونا محل اتفاق میں ہے نہ کہ محل نزاع میں، اس لئے کہ اس سے بہت بڑے جلیل القدر علماء غافل ہیں، جیسا کہ اس کا بیان ”مسایرہ“ اور ”شرح مقاصد“ میں فرمایا، ہاں تعجب اس بات سے غفلت میں ہے کہ ہمارے ائمہ ماترید یہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کے قائل ہیں، اور اس مسئلہ میں ماترید یہ اور اشاعرہ کا نزاع مشہور ہے اور کتابوں میں مذکور ہے اگرچہ اشاعرہ جیسے امام حجت الاسلام و امام رازی وغیرہم اختلاف کا ذکر کرتے وقت اس نزاع کی نسبت صرف معتزلہ کی طرف کرتے ہیں ہاں کفر کے معاف ہونے کو عقلاً ممکن کہنا قول ضعیف مجہور برخلاف جمہور ہے۔ ۱۱۲

[۷۱] ہم نے تمہارے سامنے اس امر کی تحقیق گزشتہ بحث میں پیش کر دی اسے یاد رکھو۔ ۱۱۲ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

المعقّد المُتقّد

سَيْفُ الْمُسْلُوْلِ حَضْرَتِ عَلَامَشَاهُ **فَضْلُ رُيُونِ عُثْمَانِي** قَادِرِي بَدَاوِي قَدْسِ الْعَزِيْزِ

المُسْتَنَدُ الْمُؤَيَّدُ

امام اہل سنت والجماعت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز

مترجم ومحشی

قاضی القضاۃ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی
محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی دارم ظلمہ العالی

مركز الدراسات الإسلامية
مركز تكملة مظهر الحق
سبي في كنج
بريلي شريف يوفى في (المد)

چاند سورج جمع کر دیے جائیں گے، اگر پیدا نہ ہوتے، تو جمع کیسے ہوتے؟ اور دوزخ کے بارے میں فرماتا ہے **وَقَسَمْنَا**
النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ اس کا ایندھن لوگ و پتھر ہیں، اگر پتھر پیدا نہ کئے جاتے، تو آگ کا ایندھن کیسے بنتے، اور فرماتا ہے کہ جو
سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتے، انہیں آگ میں تپا کر **فَتَكُونُ بِهَا جِبَالَهُمْ وَجَنُوبُهُمْ** ان سے بخیلوں کی
پیشانیاں و کروٹیں داغی جائیں گی، اگر سونا چاندی پیدا نہ کئے جاتے، تو تپایا کئے جاتا، اور داغ کئے دیا جاتا؟ **لِذَا خِيَانَتِ**
مَالٌ بھی پیدا کیا جائے گا، تاکہ اس سے خائن کو عذاب دیا جائے، تمہاری پیش کردہ آیت میں جانوروں کی پیدائش کا تو ذکر ہے
مگر دوسروں کی پیدائش کی نفی نہیں، چونکہ اصل مقصود انسان کی پیدائش تھی، باقی اس کے تابع، اس لیے ان کا ذکر نہ ہوا، دوسرے
یہ کہ یہاں خیانت کے عمل کا بوجھ اٹھانا مراد ہے نہ کہ مال کا اٹھانا جیسے آج قرض، خود ایک بوجھ ہوتا ہے، ایسے ہی کل خیانت
ایک بوجھ ہوگی، تیسرے یہ کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر عمل ذرہ برابر ہو، پھر وہ پتھر کی چٹان یا
آسمان میں ہو، تو **يَا أَيُّهَا اللَّهُ** تب بھی اللہ سے لے آئے گا، یہاں بھی ایک مثال ہی دی گئی ہے، تفسیر کبیر نے یہی جواب
راج قرار دیا، مگر فقیر کے نزدیک جواب اول قوی ہے، کسی آیت میں بلا ضرورت شرعیہ تاویل نہ کرنا چاہئے۔ **دوسرا**
اعتراض: تمہارے پیش کردہ فوائد سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خائن کی شفاعت نہ فرمائیں گے،
تو مسئلہ شفاعت ختم ہوا، خیانت کی طرح اور بھی بہت سے جرم ہیں، چاہئے کہ ان کی شفاعت بھی نہ ہو۔ **جواب:** اس کے دو
جواب ہیں، ایک یہ کہ یہ فرمان ڈرانے کے لیے ہے، بغیر مثال یوں سمجھو کہ ماں شریر بچے سے کہتی ہے کہ اگر تو نے میرا کھانا
مانا، تو باپ کی مار سے نہ بچاؤں گی، تاکہ بچہ شرارت سے باز آجائے، مگر جب باپ مارتا ہے تو پھر رحم کھا کر بچا ہی لیتی ہے، ممکن
ہے کہ وہاں بے کسی دیکھ کر رحم فرمائیں، فرماتے ہیں کہ میری شفاعت گناہ کبیرہ والے امتی کو پہنچے گی۔
دیکھی جو بیکسی تو انہیں رحم آگیا گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

دوسرے یہ کہ یہ وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو خیانت حلال جان کر کریں، اب وہ کافر ہوئے، اور کافر کے لیے
شفاعت نہیں، یہ ہی وعید مانعین زکوٰۃ کے لیے بھی ہے، وہاں بھی منکرین زکوٰۃ مراد ہیں، نہ کہ تارکین زکوٰۃ۔
تیسرا اعتراض: **تُوفِّي كُلُّ نَفْسٍ** سے معلوم ہوا، کہ ہر نفس کو پورا بدلہ دیا جائے گا، تو نہ معافی کوئی چیز رہی نہ شفاعت۔
جواب: اس کے چند جواب ہیں، ایک یہ کہ یہاں قانون کا ذکر ہے، اور **إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا** میں اس کی
قدرت کا تذکرہ ہے، ہمارا ایمان قانون پر بھی ہے قدرت پر بھی، دوسرے یہ کہ **تُوفِّي** کے معنی یہ ہیں، کہ گناہوں کی سزا
میں زیادتی نہ ہوگی اور نیکیوں کی جزاء میں کمی نہ کی جائے گی، رہا گناہ معاف فرما دینا، نیکیوں کا بدلہ زیادہ دے دینا، یہ کرم
ہے، غرضیکہ یہاں عدل کا ذکر ہے عدل فضل کے خلاف نہیں، تیسرے یہ کہ یہ پورا دینا ظلم کے مقابل ہے، اس لیے فرمایا گیا
وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ، اگر رب تعالیٰ کسی کی نیکیاں ساری برباد فرما دے، تو ظلم نہیں اور اگر کسی کو بلا جرم سخت سزا دے، تب بھی
ظلم نہیں، ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں بلا اجازت عمل درآمد کرنا سب اللہ کے بندے ہیں اسی کی ملکیت ہیں، وہ
اپنے بندوں سے جو معاملہ فرما دے عین عدل یا فضل ہے، ظلم کیسا؟ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نفس کو
اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو کیا نابالغ بچوں کے اعمال کی بھی سزا و جزاء ہے؟ نفس تو وہ بھی ہیں۔ **جواب:** یہاں
نفس سے مراد مکلف بندہ ہے جس پر شرعی احکام جاری ہوں، اسی لیے آگے ارشاد ہوا **بِمَا كَسَبَتْ** اس کے کسب کا بدلہ دیا

میدان میں بیک وقت جمع ہوں گے۔ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا نیز دنیا میں مجمع بہت دیر میں جمع ہوتا ہے۔ مگر قیامت آگاہ ہوگا۔ الناس سے سارے لوگ مراد ہیں۔ مکلف ہوں یا غیر مکلف، مومن ہوں یا کفار، اگرچہ وہاں ساری مخلوق جمع کی جائے گی۔ مگر چونکہ انسان سب سے افضل ہے اس لیے اسی کا ذکر کیا گیا۔ لیوم کلام یا بمعنی فی ہے یا بمعنی الی۔ یا تعظیلاً ہی ہے۔ مگر یہاں جزا پوشیدہ یعنی لَجَزَاءِ یَوْمٍ یوم سے یاد مراد ہے۔ کیونکہ اس وقت آفتاب طلوع ہوگا اور بادلت لَارِیْبَ فِیْہِ یا تو یوم کی صفت ہے یا جامع الناس کی تاکید۔ ریب کے معنی ہم شروع سورہ بقرہ میں عرض کر چکے۔ ضمیر یا یوم کی طرف لوتی ہے یا جمع کی طرف۔ یعنی اے پروردگار ہمیں یقین ہے کہ تو قیامت کے دن تمام لوگوں کو سزا دے گا۔ لے لیے ایک جگہ ایک ہی وقت میں جمع فرمائے گا۔ لہذا ہمیں اس دن کی رحمتیں عطا فرما اور یہ دعا اپنی اظہار بندگی کے لیے ہے اور اس لیے کہ ہمیں اپنے ایمان پر اعتماد نہیں۔ اس لیے نہیں کہ تجھ پر بے اعتباری ہے کیونکہ اِنَّ اللہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ یہ لاریب فیہ کی علت ہے یا جامع الناس کی یا اپنے دعائے مانگنے کی۔ نیز یا تو یہ رب کا مقولہ ہے۔ یا علامائے راسخین کا کلام اور ان کی دعا کا تتمہ۔ یُخْلِفُ، اِخْلَاف سے بنا۔ جس کا مادہ خلف ہے بمعنی خلاف کرنا اور پورا نہ کرنا۔ مِیْعَادٌ، وَعْدٌ کا مصدر رسمی ہے دراصل مِوْعَادٌ تھا۔ واو، ی سے بدل گیا خیال رہے کہ وعدہ کے معنی ہیں خیر کا امیدوار بننا اور وعید کے معنی ہیں بلا سے ڈرانا۔ یہ میعاد بمعنی وعدہ ہے نہ کہ بمعنی وعید یعنی اللہ اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ کیونکہ وعدہ خلافی جھوٹ ہے اور جھوٹ عیب اور جو عیب دار ہو وہ اللہ نہیں۔

خلاصہ تفسیر:

علمائے ربانی سارے قرآن پر ایمان لا کر اور متشابہات کو بغیر بحث و مناظرہ کے مان کر ہم سے عرض کرتے ہیں۔ کہ اے مولا جب تو نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہدایت دے دی اور اپنا راستہ دکھا دیا تو اب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں ہدایت کے بعد گمراہ نہ کر کیونکہ کریم فقیر کو دے کر اس سے واپس نہیں لیا کرتے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں اپنی خاص بڑی بڑی رحمتوں سے نواز کہ ہمارے دل میں اپنی معرفت کا نور دے۔ ہمارے اعضا سے اپنے دین کی خدمت لے، ہمیں دنیا میں رزق و امن اور تندرستی دے۔ سکرات موت کو آسان کر، سوالات قبر میں سہولت فرما۔ ہماری قبروں کو روشن کر، قیامت کے دن ہمارے عیبوں کو چھپالے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ میزان میں نیکیوں کا پلہ بھاری فرما دے صراط پر آسانی فرما خیر کی توفیق دے۔ اے مولیٰ تو بڑا دینے والا ہے اور بڑا رحیم و کریم ہے اگرچہ یہ عطائیں ہمارے لحاظ سے بہت بڑی ہیں۔ مگر تیرے نزدیک کچھ نہیں۔ اے مولیٰ ہمیں یقین ہے کہ تو قیامت کے دن سب کو ایک جگہ ایک وقت میں جمع فرمائے گا۔ اس دن ہماری عیب پوشی فرمانا۔ اس مجمع میں ہماری رسوائی نہ ہو۔ تو نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایمان دیا، ہدایت دی اور تو نے مومنوں کے لیے رحمت کا وعدہ فرمایا اور تو اپنے سارے وعدے پورا فرمانے والا ہے۔ تیری رحمت کے اہل رہیں گے یا نہ رہیں گے۔ تو ہی قابلیت عطا فرمانے والا ہے اور تو ہی اس پر قائم رکھنے والا ہے۔

نتیجہ:

اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: بندہ کی ہدایت اور گمراہی رب کی طرف سے ہے دونوں کا خالق پروردگار عالم ہے۔ جیسا کہ لَا تُزِغْ اور هَدِیْتَنَا سے معلوم ہوا۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ انسان کے دل میں کفر کی طرف جھک جانے کی بھی قابلیت ہے اور ایمان کی جانب میلان کی بھی طاقت، میلان کفر کو خدا لان، ازلفۃ، صلۃ، طبع، رین، قسوة، وقر اور کنان کہتے ہیں۔ یہ سارے الفاظ قرآن کریم میں وارد ہوئے اور ایمان کی طرف مائل ہونے کو

جوتھا اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے بعد جاہ
 نے وعید کو وعدہ فرمایا۔ نیز قرآن پاک میں ہے کہ جنتی جہنمیوں سے کہیں گے۔ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا
 دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید کو وعدہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دونوں کا یکساں حال ہے (معتزلہ دیوبندی)
 دیوبندی معتزلہ کے بالکل مقابل ہیں کہ انہوں نے وعید کی مخالفت بھی ناممکن مانی اور انہوں نے وعدہ کی

حالت بھی جائز مانی۔ ان میں افراط تھی۔ ان میں تفریط مذہب اہلسنت درمیانی ہے۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک
 یہ کہ اس وعید کو وعدہ کہنا استہزاء ہے۔ جیسے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ یا جیسے ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ دوسرے یہ
 کہ یہ وعید لازم ہونے میں وعدہ کی طرح ہے۔ کیونکہ کفار کا عذاب یقینی ہے۔ ان کی بخشش ناممکن۔ یہ سارا اختلاف گنہگار
 مسلمانوں کی بخشش کے بارے میں ہے۔

تفسیر صوفیانہ: خالق پر نظر ہونا ہدایت ہے اور اس سے ہٹ کر مخلوق پر توجہ کرنا زیغ یعنی کجی نیز رب کی بارگاہ
 میں جانا صراطِ مستقیم ہے اور ادھر سے ہٹ کر دنیا طلبی میں پھنسنا زیغِ عرض کیا گیا ہے کہ مولیٰ ہم عالم ارواح میں تیری بارگاہ
 میں تھے، تجھ ہی کو جانتے تھے، ماسوا سے بے خبر تھے، تیرا ہی دروازہ دیکھا تھا اور دروازوں کو جانتے بھی نہ تھے۔ جب اس
 عالم میں آئے اور وہ طائرِ روح اس جسم کے پنجرے میں قید کیا گیا۔ تو پہلے ہی ہمارے کان میں اذان کی آواز پہنچی، اے مولیٰ
 جب تو نے ہمیں عالم ارواح میں اپنا دربار دکھا دیا اور عالم اجسام میں مسلمان بنا کر سیدھے راستہ پر ڈال دیا۔ تو اب اس دنیا
 میں پھنسا کر نفس و شیطان کو ہم پر غالب کر کے یہاں کی لذتوں سے خبر دے کر ہمارے دل اس راستہ سے ٹیڑھے مت کر یہ
 کائنات ہمارے لیے حجاب نہ بنے۔ بلکہ تیرے جمال کے آئینے ہو جائیں کہ ہر چیز میں تجھ کو ہی دیکھیں۔ اے مولیٰ ہم
 تیری ہی تو نور۔ ہم شبنم ہیں۔ تیرا کرم آفتاب، ہم تیمم ہیں اور تیرے انعام آبِ رحمت، ہم مشبِ خاک ہیں اور تیرا فضل
 ہم۔ اے مولیٰ ہمیں اپنی خاص رحمت عطا فرما کہ ہماری صفات کو اپنی صفات سے محو فرما دے ہماری ظلمتوں کو اپنے نور سے
 مٹا دے۔ ہمارے غبار کو اپنی رحمت کے جھونکے سے اڑا دے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

أَنْتَ كَالْمَاءِ وَنَحْنُ كَالرَّجِي
 يَخْتَفِي الرِّيحُ وَغَبْرَاهُ جِهَارُ

يَا خَفِيَ الذَّاتِ مُحْسُوسَ الْعَطَاءِ
 أَنْتَ كَالرِّيحِ وَنَحْنُ كَالْغُبَارِ

مشبِ خاک اپنی ہو اور نور کا اہلا تیرا

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔
 آب آمد وہ کہے اور میں تیمم برخواست

تو بڑا دینے والا ہے، تو ہی دیتا ہے اور تو ہی لینے کی قابلیت بھی عطا فرماتا ہے۔ اے مولیٰ ہمیں خبر ہے کہ ایک دل
 آئے گا جب پردہ اٹھے گا، آفتاب حقیقت کا نور ظلمتِ مجاز کو کافور کر دے گا۔ اس دن سب حسب مراتب اپنے اپنے مقادیر
 میں ہوں گے اور یہ کثرت وحدت پر پہنچے گی۔ تیرا وعدہ سچا ہے۔ اس میں خلاف کا احتمال نہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ دنیا
 میں آئے گا جب پردہ اٹھے گا، آفتاب حقیقت کا نور ظلمتِ مجاز کو کافور کر دے گا۔ اس دن سب حسب مراتب اپنے اپنے مقادیر

حصہ سوم

کے پاس ہوگی ارشاد فرمائے گا لیکن تیرے پاس اس کی قیمت ہے؟ عرض کریگا اے رب میرے وہ کیا چیز ہے ارشاد فرمائے گا اپنے بھائی کا حق معاف فرمادے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں چلا جا (پھر فرمایا) خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ ”حق العبد“ کو میں معاف نہ کروں گا ورنہ بندے کا بھی وہی مالک بندے کے حقوق کا بھی وہی مالک وہ چاہے تو تمام بندوں کے تمام حقوق معاف کر دے مگر چونکہ اس نے وعدہ فرمایا ہے اس لیے اس طور پر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں سے حقوق العباد معاف کرائے گا۔

عرض :- تو اعد رویت ہلال یقینی ہیں یا تخمینی؟

ارشاد :- تخمینی ہیں۔ سب میں پہلانی ہیأت کا امام جو گنا جاتا ہے بطیموس ہے اس نے بحسب لکھی اس میں تمام افلاک کے احوال ستاروں کا طلوع وغروب انکا آپس میں نظری فاصلہ یہاں تک کہ ثوابت کا بھی طلوع وغروب لکھا ہے کہ فلاں ستارہ آفتاب سے اتنے بعد پر ہوگا تو نظر آئیگا اور اتنے بعد پر ہوگا تو نہیں اور ہلال کو چھوڑ گیا وہ اس کے قابو کا نہ تھا۔

متاخرین نے اس کا قاعدہ ایجاد کیا ہے آٹھ ورق کامل پر اس کے اعمال آتے ہیں اور اس کے بعد کبھی یقینی جواب آتا ہے اور کبھی اس قدر اعمال کثیرہ کے بعد بھی مشکوک۔

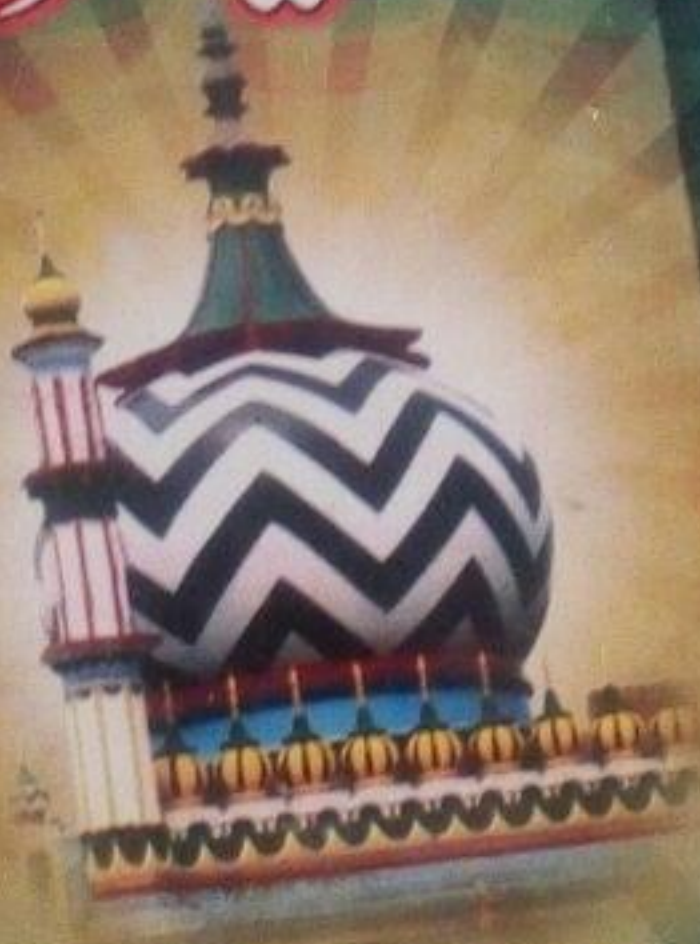
سیدھا حساب جو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہے وہ کبھی نہ ٹوٹ سکتا ہے نہ ٹوٹے گا ”إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَّا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ“ ہم امت امیہ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ ۲۹ کا ہے یا ۳۰ کا، تو اگر تمہیں شبہہ پڑ جائے تو تیس کی گنتی پوری کر لو۔

مؤلف :- ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا اس پر ارشاد فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ میری ولادت کی تاریخ اس آیت کریمہ میں ہے ”أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ“ جس کا ترجمہ یہ ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے اور اس کا صدر ہے ”لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ“ نہ پائیں گے

کامل

الملفوظ

مع
وصايا شريف



حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ

قاری گیتی کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف

تفسیر قرآنی

اسم تاریخی

آشرف التفسیر

۱۳۶۳ھ

مفسر

حکیم الامت الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان

حسب خواہش

مترجم محمد سعید ابن نور محمد رضوی روکاریا

رضا الہیہ دہلی

نور افغانا

برصغور کتاب گاہ دہلی

ہدایت تہذیب و عصمت وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ سب الفاظ قرآن کریم میں آئے اور ان کے مختلف درجے
 میں گہری ہوئی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ دیکھو پہلے عرض کیا رَبَّنَا اور بعد میں کہا اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ تیسرا فائدہ: رب
 کی اپنی حمد کرے جو اپنی دعا کے موافق ہو۔ چونکہ یہاں عرض کیا تھا۔ هَبْ لَنَا تو آخر میں کہا اَنْتَ الْوَهَّابُ اگر دعا
 کی جائے۔ اَغْفِرْ لَنَا تو آخر میں کہے إِنَّكَ اَنْتَ الْغَفَّارُ اگر کہا ہے اَسْتَغْفِرُ غُيُوبَنَا ہمارے عیوب چھپالے تو آخر میں
 چوتھا فائدہ: معصومین کا گمراہ ہونا ممکن اور جن کے دل پر کفر کی مہر لگ چکی ہے ان کا ہدایت
 کے لئے دونوں باتیں ممکن، بڑا متقی کافر ہو سکتا ہے اور بڑا کافر پرہیزگار جس کی صد ہا مثالیں موجود
 ہیں۔ ہمارا دل اس ہلکے پتہ کی طرح ہے جو جنگل میں تیز ہواؤں میں گھرا ہو حدیث شریف میں ہے کہ ہر دل خدا کے قبضہ
 میں ہے۔ چاہے سیدھا رکھے اور چاہے ٹیڑھا کر دے۔ حکیم ترمذی نے بروایت عقبہ ابن عبد اللہ نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ ایمان اس قیص کی طرح ہے۔ جسے تو کبھی پہن لے، کبھی اتار دے۔ ابن سعد نے روایت کی کہ حضرت ابو
 بکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے اے اللہ مجھے زنا سے بچا، مجھے چوری سے بچا، مجھے کفر سے بچا۔ کسی نے کہا کہ اے صحابی
 رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم اتنا خوف کرتے ہو۔ تو تین بار فرمایا: اَمَنْتُ بِحَرْفِ الْقُلُوبِ میں اس پر ایمان لایا جو
 دلوں کو پھرنے والا ہے۔ ابویوب انصاری فرماتے ہیں کہ انسان پر بہت سے وقت آتے ہیں۔ کبھی اس کے دل میں رائی
 باری کفر نہیں ہوتا، اور کبھی اس کے دل میں رائی برابر ایمان نہیں رہتا۔ (روح المعانی) اس لیے یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔
 پانچواں فائدہ: رب تعالیٰ سے جامع دعائیں مانگو جس کے الفاظ تھوڑے ہوں۔ معانی زیادہ۔ جیسا کہ رحمۃ سے معلوم
 ہے۔ چھٹا فائدہ: وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا الوہیت کے خلاف ہے (روح المعانی و تفسیر روح البیان) اور تفسیر مدارک
 نے فرمایا کہ الوہیت وعدہ خلافی کے منافی ہے۔ جو خدا میں جھوٹ کا امکان مانے وہ گویا اس میں الوہیت نہ رہنے کا امکان
 مانا ہے۔ تفسیر مدارک نے فرمایا کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ سخی وہ جو بخل نہ کرے، ایسے ہی یہاں کہا گیا کہ اللہ وہ جو وعدہ خلافی نہ
 کرے۔ دیوبندیوں کے قلم نے خدا کو بھی نہ چھوڑا، انہوں نے اس میں جھوٹ کا امکان مانا۔ نبی کو بے علم کہا اور خدا کو جھوٹا۔
 اللہ

نوٹ: خلف وعید یعنی گناہ بخش دینے کو جھوٹ نہیں کہتے۔ بلکہ کرم، بخشش اور احسان کہا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ اس کی
 کئی اعتراضات و جواب میں آئے گی۔

ساتواں فائدہ: ایمان اور نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنا بہت بہتر ہے۔ دیکھو اس دعا کے ساتھ یہ بھی عرض کیا
 يَا رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ یعنی اے مولیٰ ہم بے دین نہیں۔ قیامت کے اور سارے ایمانیات کے معتقد ہیں۔ تیری
 رحمت کے تیرے فضل کے حق دار ہیں باغی نہیں ہیں۔ اطاعت شعار ہیں۔ آٹھواں فائدہ: دعا میں ایسے الفاظ بہتر جن
 سے دریا رحمت جوش میں آئے جیسا کہ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا سے معلوم ہوا۔ یعنی تو نے اپنے کرم سے ہمیں ہدایت
 دی اور تو کریم ہے۔ دے کر لینا کریموں کا دستور نہیں۔ نواں فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ اپنے کو گنہگار جانے اپنی خطا
 ہزاروں گناہ کو کافر، گمراہ و بے دین نہ تو سمجھے اور نہ کہے۔ ہم گنہگار ہیں۔ ہمارے عمل برے مگر الحمد للہ ہمارا عقیدہ

نہایت صحیح اور دین نہایت اعلیٰ۔ یہ بھی بعد اذْ هَذَيْنَا سے معلوم ہوا۔ جس میں اپنے ہدایت پر ہونے کا اظہار ہے۔
دسواں فائدہ: اپنی ہدایت اور ایمان کو حق تعالیٰ کا عطیہ سمجھے، نہ کہ اپنی کوشش کا نتیجہ جب رحمت الہی و عظیمی نہیں کر سکتا۔
 بڑے عقلمند بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی هَذَيْنَا سے معلوم ہوا کہ ہدایت کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کیا نہ کہ اپنی طرف سے۔
پہلا اعتراض: ساری نعمتیں اور رحمتیں رب ہی کی طرف سے ملتی ہیں پھر مَنْ لَدُنْكَ کیوں کہا کہ اپنی طرف سے رحمت دے۔
جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کی بعض نعمتیں مخلوق کے وسیلہ سے ملتی ہیں جنہیں مخلوق کی طرف بھی نسبت کر سکتے ہیں کہ ماں نے دودھ دیا، باپ نے کپڑا دیا، حاکم نے فیصلہ دیا، مالک نے تنخواہ دی اور بعض نعمتیں واسطہ ملتی ہیں۔ جیسے خیر کی توفیق، نور ایمانی وغیرہ یہاں وہ رحمتیں مانگی ہیں جو بلا واسطہ ملیں۔ دوسری نعمتیں جمعا۔ دوسرے یہ کہ بڑے دروازہ سے بڑی بھیک ملتی ہے اس لیے مَنْ لَدُنْكَ فرمایا یعنی اپنے پاس سے رحمت دے۔ جو تیسرے کرم اور فضل کے لائق ہوں تیسرے یہ کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنا محتاج رکھ۔ کسی بندہ کا احسان مند نہ بنا۔ اگر کسی بندہ کا واسطہ بھی ہو تو اس کا احسان نہ ہو۔ **دوسرا اعتراض:** تم لوگ مانتے ہو کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن گنہگاروں کے گناہ معاف کرے گا، بدکاروں کو بخشے گا اور قرآن میں خبر تھی کہ بدکاروں کو سزائے جہنم ہے۔ لہذا بدکاروں کو سزا نہ دینا بھی تو جھوٹ ہوا۔ جب خدا وعید کے خلاف کر سکتا ہے تو وعدہ کے بھی خلاف کر سکتا ہے۔ جب وہ اس پر قادر ہے کہ بے نمازی کو جنت دے تو اس پر بھی قادر ہے کہ متقی کو جہنم میں بھیج دے۔

نکتہ: یہ اعتراض اس زمانہ کے دیوبندی کرتے ہیں۔ مگر دراصل انہوں نے معتزلہ سے سیکھا ہے۔ معتزلہ کے نزدیک خلف وعید بھی ناممکن ہے، ان کے نزدیک بھی آریوں کی طرح گناہوں کی معافی نہیں ہو سکتی۔ (کبیر)

جواب: اس کے بہت جواب ہم پہلے سپارہ میں مسئلہ امکانِ کذب کے ساتھ دے چکے۔ یہاں چند جواب عرض کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ساری وعیدیں مشروط ہیں۔ مگر وعدے مشروط نہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: يَغْفِرُ مَا دُونِ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ کفر کے سوا رب جو گناہ چاہے گا معاف کر دے گا یعنی اگر گناہوں کی معافی نہ ہو تو سزا ملے گی ورنہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ خلاف وعدہ کرنا جھوٹ ہے اور عیب اور خلف وعید کرم اور وصف ہے لہذا یہ جائز ہے وہ ناجائز، شاعر کہتا ہے

اذا وعدت سرّاً انجز وعده وان اوعد الضراء فالعفو مانعة
 دیکھو یہاں معافی کو صفت میں شمار کیا۔ دوسرا شاعر کہتا ہے۔

فانسی واعدته او عدته
 بکذب ايعادي ومنجر موعدی

تیسرے یہ کہ وعید خدا کا حق ہے اور وعدہ خدا پر بندہ کا حق ہے۔ اپنا حق نہ لینا کرم اور دوسرے کا حق نہ دینا ظلم خدا ظلم ہے اور کریم ہے۔ چوتھے یہ کہ وعیدیں خبر نہیں بلکہ انشاء ہیں اور انشاء میں جھوٹ سچ کا احتمال نہیں ہوتا۔ (کبیر و معالی)

سرا اعتراض: یہ عجیب بات ہے کہ وعدہ کی وجہ سے رب کے ہاتھ بندھ جائیں کہ وہ نیک کار کو عذاب دینے پر قادر نہ ہے۔ امتناعِ کذب میں تو رب تعالیٰ کو مجبور ماننا ہے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وعدہ کر لینے کی وجہ سے رب کی قدرت ہی سلب ہوئی وہ یہ نہیں کر سکتا کہ اس کو عذاب دے۔ **جواب:** آپ نے برعکس کہا۔ یوں کہو کہ جس کو رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے اس کو جنت دینے کی خبر نہیں دے سکتا ہے یعنی وہ اس پر قادر نہیں کہ دینا تو ہو عذاب مگر کہہ دے کہ ہم تم کو جنت دیں گے کہ اپنی

رہا وہ فعل جس کا واقع ہونا محال ہو اس اعتبار سے کہ علم ازلی اس کے عدم وقوع کے بارے میں سابق ہو تو اس امر کی تکلیف کے وقوع میں اختلاف نہیں اس لئے کہ علم کا مکلف سے قدرت کو سلب کرنے میں کوئی اثر نہیں اور بندے کو مخالفت پر مجبور کرنے کے لئے بھی علم کا کوئی اثر نہیں۔

کیا محسن کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے؟

اور تم یہ جانو کہ حنفیہ نے جس طرح اللہ کے حق میں تکلیف مالا یطاق یعنی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف کرنا محال جانا [۶۵] تو وہ ایسے نیکو کار کو عذاب دینا جس نے اپنی عمر طاعت میں گزاری اور اپنے مولیٰ کی خوشی میں نفس کی مخالفت کی اور زیادہ ممنوع جانتے ہیں [۶۶]

(یعنی تکلیف ممتنع عقلی کو جائز نہ بتایا) اور ہمارے اصحاب کا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ مکلف سے فعل کے صادر ہونے کا امکان صحت تکلیف کے لئے کافی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے خرق عادت فرما سکتا ہے جب بندہ اس فعل کا قصد کرے رہا وہ جو اصلاً ممکن نہیں تو طلب حقیقی کے معنی پر اس سے مکلف کرنا نہ عجز کے اظہار کے طور پر جیسے "فأَتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ" ترجمہ: تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔ (کنز الایمان) نہ تعذیب کے طور پر جیسے جاندار کی تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا اس میں جان ڈالو (ایسی تکلیف یا تو جہل ہے یا عبث ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ جانا واجب ہے۔ ۱۲)

[۶۵] استحالہ کا معنی یہ ہے شئی کا محال ہونا اور کسی شئی کو تمہارا محال شمار کرنا یہ مصدر لازم و متعدی دونوں ہے۔ ۱۲

اطاعت گزار بندے کی تعذیب کے مسئلہ میں محشی علام کی فادر تحقیق

[۶۶] ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے مگر یہ کہ نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اس لئے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی طاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے۔ کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے۔ اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے

معتزلہ قائل ہیں [۶۱] پھر سب نے اس کی نفی پر اتفاق کیا جس کی بناء معتزلہ نے حسن و قبح عقلی کو ثابت ماننے پر رکھی یعنی یہ عقیدہ کہ اللہ پر بندوں کے لئے صلح کی رعایت اور روزی دینا اور طاعت پر ثواب دینا اور گناہوں پر عذاب دینا اور بچوں اور جانوروں کو تکلیف پہنچانے کی صورت میں اس کا معاوضہ دینا (اہل سنت کا اتفاق) اس بناء پر ہے کہ ان کے مقابلات یعنی جن امور کو معتزلہ نے واجب مانا ہے ان کے مقابلات کا خلاف حکمت ہونا (اہل سنت کے نزدیک) ممنوع ہے بلکہ ان حضرات نے یہ فرمایا، کہ دلائل سمعیہ میں جو وارد ہوا یعنی روزی دینے، طاعت پر ثواب دینے اور مومن کو اور اس کے بچے کو ہر تکلیف میں یہاں تک کہ جو کاشا اس کو لگے اس پر اجر دینے کا وعدہ وہ محض اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اس پر کچھ واجب نہیں موجود ہونا اس کے وعدے کی وجہ سے ضروری ہے اور حسن کے بارے میں دلیل سمعی وارد نہیں جیسے چوپایوں کی تکلیفوں پر اجر دینا ہم اس کے واقع ہونے کا حکم نہیں کرتے اگرچہ عقلاً اس کو جائز جانتے ہیں۔

مسئلہ: یہ بات عقلاً جائز کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بغیر

جرم کے عذاب دے اور بعد میں اس پر ثواب نہ دے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو تکلیف دینا اور بغیر کسی جرم سابق کے عذاب دینا اور بعد میں اس پر ثواب نہ دینا عقلاً دنیا و آخرت میں جائز ہے ان امور کا صادر ہونا اللہ کی طرف سے قبیح نہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے کہ وہ اس کو جائز نہیں جانتے مگر اس صورت میں جب کہ کسی عوض کے لئے یا جزاء کے لئے ہو ورنہ ایسا کرنا (ان کے خیال میں) ظلم ہوگا جو حکمت کے

[۶۲] (ہیں) اور وہ ہے عقل کا کسی فعل میں حسن و قبح کے ادراک میں مستقل ہونا حسن و قبح ذاتی ہوں یا فعل کسی صفت کی بناء پر اگرچہ یہ امر ہمارے نزدیک کسی حکم کا موجب نہیں مطلقاً یا اس تفصیل پر جیسا کہ اسکی کچھ تفصیل گزری برخلاف معتزلہ کے۔ ۱۲ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وارد ہوئی، اشعری کی دلیل یہ ہے کہ یہ اللہ کا اپنی ملک میں تصرف ہے لہذا یہ ظلم نہ ہوگا اس لئے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف کو کہتے ہیں، اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں اس لئے کہ حکمت نیک و بد کے درمیان فرق کی مقتضی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان برابری کو مستبعد قرار دیا اپنے اس فرمان سے۔ ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار (سورۃ ص آیت ۲۸) کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پر ہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔ (کنز الایمان) ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاءم ومماتہم ساء ما یحکمون (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۱) کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (کنز الایمان)۔ افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (سورۃ القلم آیت ۳۵، ۳۶) کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا سا کر دیں تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔ (کنز الایمان) اور مومن کو ہمیشہ دوزخ میں رکھنا اور کافر کو ہمیشہ جنت میں رکھنا ظلم ہوگا اس لئے کہ یہ شی کو غیر محل میں رکھنا ہے، لہذا یہ ظلم ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے، اور اپنی ملک میں تصرف جیسا جائز ہے جب کہ حکمت کے طور پر ہو، رہا خلاف حکمت طریقے پر تصرف، تو یہ بیوقوفی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے، ان کی عبارت یہاں تک ہے۔

اور بیشک تم نے جان لیا کہ یہ معتزلہ کا مذہب ہے، عقل سے حسن و قبح کے ثبوت میں، تو حکمت ان کے طور پر اسکی تابع ہوگی، رہا اہل حق کا مذہب کہ حسن و قبح عقل سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ثابت ہوتا ہے تو حسن و قبح حکم الہی کے تابع ہیں اور حکمت حکم کی تابع ہے، تو کوئی شی نہ حسن ٹھہریگی نہ قبیح، مگر اس صورت میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہو، تو کسی بات کا حکم فرمائے اور کسی سے روکے، اور یہ مقتضائے حکمت پر جاری ہوگا، مگر اسکے بارے میں ذکر کیا ہے، کہ کافر کو معاف فرمانا ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اس میں اشعری کا اختلاف ہے اور اہل ایمان کو دوزخ میں اور کافروں کو جنت میں ہمیشہ رکھنا ان کے نزدیک یعنی اشعری کے نزدیک عقلاً جائز ہے مگر دلیل سمعی اسکے خلاف پر میں اللہ کے حکم کے بعد، تو ان کا یہ قول ان کی غلطی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ جیسا بھی حکم فرمائے اس کا وہی حکم حکمت ہوگا اب اگر

المُعْتَقَدُ الْمُتَقَدُّ

سَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ حَضْرَتُ عَلَامَةِ شَاهِ فَضْلِ رَسُولِ عُثْمَانِي قَادِرِي بَدَاوِينِي قَدْسِ سِرِّهِ الْعَزِيزِ

المُسْتَدَدُ الْمُعْتَمَدُ

إِمَامُ أَهْلِ سُنَّتِ عَلِيٍّ حَضْرَتُ إِمَامِ أَحْمَدَ رِضَا قَادِرِي بَرَكَاتِي بَرِيلَوِي قَدْسِ سِرِّهِ الْعَزِيزِ

مُتَرْجِمٌ وَمُحَاشِي

قَاضِي الْقَضَاةِ تَلَجِ الشَّرِيعَةِ حَضْرَتُ عَلَامَةِ مُفْتَى
مُحَمَّدِ اخْتَرِ رِضَا قَادِرِي لَزْهَرِي بَرِيلَوِي وَرَاسِ ظِلْمِ الْعَالَمِي

مَرْكَزُ الدِّرَاسَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ
مَرْكَزُ تَرْجُومَةِ مَسَائِدِ الْيَوْمِ
بُيُوتُ الْكَلْبِ
بُيُوتُ شَرِيفَتِ بُيُوتِ الْعِلْمِ
جَامِعَةُ الرِّضَا

معرفت نہیں ہوتی، لہذا ان افعال کی نسبت ارادہ کی طرف بلکہ حکمت کی طرف بھی اسی طرح ہے جیسے ان افعال کی نسبت قدرت کی طرف ہے اس لئے کہ فعل فی نفسہ حکمت کی موافقت اور مخالفت سے عاری ہے یہاں تک کہ وہ تعلق ارادہ کا مستدعی ہو یا اس کا مانع ہو تو ارادہ کا تعلق دونوں وجہوں میں سے جس سے بھی ہو صحیح ہے۔

قدرت ہر ممکن ممتنع الوقوع کو شامل ہے اور

اور ہمارے ائمہ ماترید یہ درمیانی راہ چلے اور انہوں نے فرمایا کہ حکم اللہ ہی کا ہے اور افعال کے لئے ان کی حد ذات میں صفت حسن و قبح ہے جس کے ادراک میں عقل پہلے ہی مستقل ہے اور یہ کہ افعال میں سے کچھ وہ ہیں جو حکمت کے موافق ہیں جیسے کافر کو عذاب دینا اور فرمانبردار کو ثواب دینا اور کچھ خلاف حکمت ہیں جیسا کہ اس کا عکس اور شئی کبھی اپنی حد ذات میں ممکن ہوتی ہے غیر کے پیش نظر محال ہوتی ہے اور کسی شئی کا تعلق قدرت کے لئے صالح ہونا اس کے امکان ذاتی سے ناشی ہوتا ہے اور امتناع وقوعی اسکے منافی نہیں تو ہر وہ چیز جو اپنی حد ذات میں ممکن ہے وہ اللہ کی مقدور ہے اور یہاں سے ہم کہتے ہیں کہ معلوم اور مجربہ کا خلاف قدرت الہی میں داخل ہے، اس کا وقوع جہل و کذب کے لازم ہونے کی وجہ سے محال ہے، کہ یہ دونوں (یعنی جہل و کذب) محال بالذات ہیں اور کسی شئی کا تعلق ارادہ کے لئے صالح ہونا امکان وقوعی پر موقوف ہے تو بیشک جس کا وقوع ممکن نہیں اس کا مراد باری تعالیٰ ہونا صحیح نہیں اور یہ اس وجہ سے کہ کسی ممکن سے تعلق قدرت کے لوازم سے مقدور کا وجود نہیں لہذا یہ صحیح ہے کہ قدرت الہی ممکن ذاتی سے متعلق ہو جسکے واقع ہونے کا امکان نہ ہو بخلاف ارادہ کے اس لئے کہ وجود تعلق ارادہ سے متخلف نہیں ہوتا اور تعلق ارادہ کے بعد اصلاً کچھ نہیں جس کا انتظار ہو، لہذا یہ محال ہے کہ ارادہ سے متعلق ہو جو واقع نہ ہو۔

جب تم نے یہ جان لیا تو جو ممکنات حکمت کے موافق ہوں اور جو موافق نہ ہوں وہ تمام ممکنات اللہ تعالیٰ کے مقدور ہیں لہذا نہ جبر ہے اور نہ اس پر کسی شئی کا ایجاب، لیکن افعال میں سے ارادہ کا تعلق اسی سے ہوتا ہے جو موافق حکمت ہو ورنہ سفاہت لازم آئے گی جو اسکے حق میں محال ہے، جو موافق حکمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حیز و جوب میں ہے اس وجہ سے کہ یہ فعل باری تعالیٰ کے ارادہ اور اختیار سے صادر ہوتا ہے نہ اس طور پر جیسا کہ فلاسفہ مانتے ہیں کہ ان افعال کا صدور بالایجاب ہے اور ان کے خلاف سے قدرت کا تعلق مسلوب ہے، اور نہ ایسا جیسا کہ معتزلہ اور رافضی کہتے ہیں کہ اس پر فعل واجب ہے، اللہ تعالیٰ تمام ظالموں کی باتوں سے بہت بلند ہے، اور اسی طرح افعال میں جو خلاف حکمت ہے وہ جائے امتناع میں ہے یعنی

ان سے محل نزاع سے غافل ہونے کی وجہ سے ناشی ہوا، یہاں تک کہ متاخرین اشاعرہ کے بعض محققین یعنی مولیٰ سعد الدین نے ”شرح مقاصد“ میں ان کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا: اور مجھے ان محققین کے کلام سے تعجب ہے جو حسن و قبح عقلی کے مسئلہ میں محل نزاع سے واقف ہیں۔

ابن ابی شریف نے فرمایا: ان لوگوں نے کیوں کر یہ خیال نہ کیا کہ ان کا یہ کلام محل اتفاق میں ہے، نہ کہ محل نزاع میں۔

ہر وہ صفت جو بندوں کے حق میں نقص ہے وہ

اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے جیسے کذب

اگر یہ کہا جائے کہ محل اختلاف و محل اتفاق تو افعال عباد میں ہے نہ کہ صفات باری سبحنہ میں، ہم یہ کہیں گے کہ اشعر یہ اور ان کے غیر میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ [۷۱] بندوں کے حق میں نقص ہے باری تعالیٰ

اہل جنت کو دوزخ میں جانے کا حکم دے اور دوزخیوں کو جنت میں دخول کا حکم دے تو اس کا یہ حکم محض حکمت ہوگا اس لئے کہ حکمت تو حکم الہی سے شئی کے حسن و قبح ہی پر موقوف ہے لہذا حکم کا سابق ہونا ظہور حکمت کے لئے ضروری ہے اور حکم کے وارد ہونے سے پہلے شئی کے لئے حسن و قبح نہیں مگر معتزلہ کے نزدیک اھ (مطالب و فیہ کا کلام ختم ہوا)۔

اور میں نے اس پر جو لکھا اسکی عبارت یوں ہے اقول: اس بات سے غفلت میں حرج نہیں کہ اس حسن و قبح کا عقلی ہونا محل اتفاق میں ہے نہ کہ محل نزاع میں، اس لئے کہ اس سے بہت بڑے جلیل القدر علماء غافل ہیں، جیسا کہ اس کا بیان ”مسایرہ“ اور ”شرح مقاصد“ میں فرمایا، ہاں تعجب اس بات سے غفلت میں ہے کہ ہمارے ائمہ ماترید یہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کے قائل ہیں، اور اس مسئلہ میں ماترید یہ اور اشاعرہ کا نزاع مشہور ہے اور کتابوں میں مذکور ہے اگرچہ اشاعرہ جیسے امام حجتہ الاسلام و امام رازی وغیرہم اختلاف کا ذکر کرتے وقت اس نزاع کی نسبت صرف معتزلہ کی طرف کرتے ہیں ہاں کفر کے معاف ہونے کو عقلاً ممکن کہنا قول ضعیف مہور برخلاف جمہور ہے۔ ۱۱۲

[۷۱] ہم نے تمہارے سامنے اس امر کی تحقیق گزشتہ بحث میں پیش کر دی اسے یاد رکھو۔ ۱۱۲ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے

پلہ ہلکا سی بھاری ہے بھروسہ تیرا

یہاں تفسیر خازن نے بخشش، شفاعت کی اور بہت سی احادیث نقل فرمائیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا کرم عنایت کا

اس آیت کا ظہور ان شاء اللہ قیامت میں آنکھوں دیکھا جائے گا۔

فائدہ: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کسی شخص کی معمولی نیکی بھی رب تعالیٰ ضائع

نہیں فرماتا کہ اسے رب نے ظلم قرار دیا ہے اور ظلم سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، جیسا کہ لا یظلم کی تفسیر سے معلوم ہوا۔

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کسی بندے کو بغیر جرم دوزخ میں نہیں بھیجے گا لہذا کفار کے ناجائز فوت شدہ بچے اور وہ جن کی عمر

جنون میں گزری دوزخ میں نہیں ڈالے جائیں گے کیونکہ اسے رب نے ظلم قرار دیا اور وہ کریم ظلم سے پاک ہے۔

تیسرا فائدہ: کسی مجرم کو جرم سے زیادہ سزا نہ دی جائے گی کہ اسے بھی ظلم قرار دیا گیا ہے۔ چوتھا فائدہ: کسی کی

نیکیاں بلا وجہ ضبط نہ فرمائی جائیں گی کہ اسے بھی رب نے ظلم قرار دیا اور وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا ظلم نہ کرے گا۔

پانچواں فائدہ: انسان، جانور، فرشتے، جنات غرض کسی بندے پر ظلم نہ ہوگا جیسا کہ لا یظلم کے اطلاق اور اور مظلوم

کے پوشیدہ رکھنے سے معلوم ہوا۔ چھٹا فائدہ: مومن دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا ضرور جنت میں جائے گا کیونکہ ظلم

مرنا بھی نیکی ہے اور کوئی نیکی رب ضائع نہ فرمائے گا جیسا کہ یضاً عفا سے معلوم ہوا۔ (کبیر) ساتواں فائدہ: اگر

تعالیٰ کسی نیک کار کو بقدر نیکی ہی ثواب نہ دے گا بلکہ بہت زیادہ عطا فرمائے گا جیسا کہ یضاً عفا کے وعدے سے معلوم

ہوا۔ آٹھواں فائدہ: رب تعالیٰ نیک کاروں کو صرف ان کے اعمال کی جزا ہی نہ دے گا بلکہ اپنے فضل سے اور بہت

دے گا جو کسی عمل کی جزا نہ ہوگی۔ جیسا کہ ویؤت من لدنہ الخ سے معلوم ہوا۔ نواں فائدہ: وہ عطیہ خاص ثوابوں

بڑھ چڑھ کر ہوگا کیونکہ یہاں اسے عظیم فرمایا گیا چنانچہ مسلم شریف میں وارد ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ہم تم کو

تمام نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر نعمت دیں گے عرض کریں گے مولیٰ ان نعمتوں سے بڑھ کر کوئی نعمت ہوگی فرمائے گا کہ تم

راضی رہو گا کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ (تفسیر خازن) دسواں فائدہ: گناہوں کی طرح نیکیاں بھی صغیرہ و کبیرہ ہوتی

جیسا کہ وان تک حسنة سے معلوم ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کر سکتا تو ہے مگر کرے گا نہیں کیونکہ اس نے ظلم کرنے

اپنی تعریف فرمائی اور تعریف جب ہی ہو سکتی ہے کہ برائی کر سکے مگر کرے نہیں دیکھو ہم نامرد کی تعریف نہیں کرتے

زنا نہیں کرتا یاد یوار کی تعریف نہیں کرتے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی لہذا رب تعالیٰ ظلم پر قادر ہے۔ (معتزلہ) جواب: اس

کے دو جواب ہیں ایک الزامی، دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی صفت یہ بھی ہے کہ لا تاخذہ

ولا نوم اسے اونگھ و نیند نہیں آتی یا اسے موت نہیں آتی تو چاہیے کہ وہ سونے مرنے پر بھی قادر ہو۔ جواب تحقیقی یہ

عیب کا اس تک نہ پہنچ سکتا اس کے اعلیٰ درجہ کا کمال ہے۔ (تفسیر کبیر)

نکت ضروری: یہ اعتراض و جواب تفسیر کبیر نے ذکر کیا اس سے موجودہ اسماعیلی دیوبندی فرقہ کو سبق لینا

ان کے امام اسماعیل دہلوی نے رب تعالیٰ کے لئے جھوٹ ممکن مانا اور اس کی یہی دلیل دی جو معتزلہ نے امکان ظلم

کی

مراد ہے غیر کی ملک میں بغیر اس کی اجازت تصرف کرنا چونکہ سب کا خدا تعالیٰ ہی مالک حقیقی ہے کوئی دوسرا مالک ہے ہی نہیں لہذا اس کی کوئی سزا اس معنی سے ظلم نہیں ہو سکتی اور یہاں آیت میں ظلم سے مراد ہے کسی کو بلا قصور سزا دے دینا یا نیک کار کو بلا وجہ ثواب سے محروم کر دینا لہذا آیت وحدیث دونوں درست ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے دنیاوی کھانوں میں مختلف لذتیں ہیں اور یہاں کی چیزوں میں مختلف خوشبوئیں ایسے ہی اعمال صالحہ عشق و معرفت میں عجیب لذتیں ہیں خاص لوگ تو ان لذتوں کو دنیا ہی میں محسوس کر لیتے ہیں عام مسلمان آخرت میں محسوس کریں گے۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ آٹھوں دروازہ جنت میرے لئے کھول دیے جائیں اور وہاں کی تمام نعمتیں مجھے دے دی جائیں تو میں ان میں وہ مزہ نہ ہوگا جو بوقت سحر رونے آنسو بہانے عشق الہی میں سرد آہیں بھرنے میں ہے۔ مالک ابن دینار فرماتے ہیں کہ لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ مزے دار چیز کو نہیں چکھتے لوگوں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے فرمایا معرفت الہی یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نیک کاروں کو ان کے اعمال کی جزا بھی دیں گے اور اپنی طرف سے خاص عطا بھی یعنی ان کے اعمال کی لذت بھی یہ لذت تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہوگی۔ مولانا فرماتے ہیں

اے خنک آنرا کہ ذات خود شناخت اندر امن سرمدی قصرے بساخت!

دفع کن از مغز از بنی زکام تاکہ ریحہ اللہ در آید از مشام!

ہیچ مگذار از تب و صفرا اثر تابانی در جہاں طعم شکر!

مبارک ہے وہ بندہ جو اپنے کو پہچان لے اور دنیا میں رہ کر دائمی سرائے میں محل بنالے۔ اپنی مغز و ناک سے زکام دور کر دتا کہ اللہ کی خوشبو پا لو بخار صفر اور کرو تا کہ اس شکر کی لذت پائے پس چو آہن گر چہ تیرہ ہیکلی صیقلی کن صیقلی کن صیقلی کن! تاریک دل پر اللہ کے ذکر سے پالش کرو پالش کرو تا کہ دل صاف ہو اور اس میں یار کے جلوے نظر آئیں

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٣١﴾ يَوْمَئِذٍ

کیا کریں گے یہ لوگ جب لائیں گے ہم ہر جماعت سے ایک گواہ اور لائیں گے ہم آپ کو ان پر گواہ اس روز آرزو کریں تو کیسی کریں گے یہ لوگ جب ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں اس دن تمنا کریں

الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی رسول کی کاش برابر کر دی جاتی ان کے ساتھ زمین اور نہ چھپائیں گے اللہ سے کفر جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دب کر زمین برابر کر دی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپائے

اس آیت کا پچھلی آیات سے کئی طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا

آخرت میں کسی پر ظلم نہ کرے گا نیک کاروں کو بدلہ اچھا اور اپنا اعلیٰ فضل دے گا۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ سب انبیاء کی گواہی سے ہوگا تا کہ کسی کا شکایت کا موقع نہ ملے غرض کہ پچھلی آیت میں ظلم کی نفی تھی اب اسی کے

کتاب اس کا مفعول یعنی اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا اسے قرآن پڑھنے والے مسلمان غور کر دے کس چیز کی اور
اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور غلط بات اس کی طرف منسوب کر رہے ہیں کہ ہیں چھوٹے اور کہتے
ہیں گناہوں میں تھڑے ہوئے اور کہتے ہیں اپنے کو صاف و پاک یہ سب اللہ پر بہتان ہے۔
یہ جملہ انتہائی تعظیم کے لئے بھی آتا ہے جیسے وکفی باللہ نصیراً اور انتہائی برائی کے لئے بھی
کافی ہے اس اور کوئی جرم نہ بھی ہوتا تب بھی یہ شیخی اور جھوٹ ہی ان کے ہلاک کرنے کے لئے کافی گناہ تھا چہ جائیکہ کہ
کتاب اللہ کو بگاڑنا، رشوت ستانی وغیرہ لاکھوں جرموں میں گرفتار ہیں۔

فصل تفسیر:

ان کے حال میں غور نہ کیا جو لوگوں سے اپنی صفائی بے گناہی پاکدامنی مقبولیت وغیرہ بیان کرتے پھرتے ہیں ان دعوؤں
سے یہ لوگ اپنے کو پاک و صاف نہیں کر سکتے بلکہ بندوں کو پاک کرنا اللہ کا کام ہے جسے چاہے پاک کرے یا جسے چاہے
دھنسیں سے پاک کھلوائے کہ اس کے متعلق خود بخود لوگوں کی زبان سے نکلے کہ وہ پاک صاف ہے یہ لوگ اپنے اس شیخی
جھوٹ کے جرم پر سخت سزا دیے جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی ان پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا کہ جرم سے زیادہ سزا دے دی
جائے گا۔ آپ غور تو فرماؤ کہ یہ لوگ کس ڈھنسی اور بے باکی سے بے دھڑک اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں کہ
یہ جرم کا فردوزنی ہماری بارگاہ سے دھتکارے ہوئے اور کہتے ہیں اپنے کو اللہ کا بیٹا اللہ کا پیارا جنت کا ٹھیکیدار اگرچہ ہر
جھوٹ ہی برا ہے لیکن خدا پر جھوٹ باندھنا اتنا برا ہے کہ انسان کے جہنمی کرنے کے لئے یہی کافی ہے ان کا حال تو یہ ہے کہ
ان کا ہال ہال جرموں میں گندھا ہوا ہے۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ آپ پر ایمان لا کر اپنے گناہوں کی معافی کراتے چہ جائیکہ
آپ کے سامنے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم۔

تفسیر

اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے محبوب
ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی شکایت اپنے حبیب سے کرتا اپنے حبیب سے کرتا ہے غیروں کی شکایت انہوں سے کی
جاتی ہے۔ یہ فائدہ الم تر اور انظر کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا جب کہ اس کے مخاطب حضور ہیں۔ **دوسرا فائدہ:** کفار
کے قرا و بدکاروں کے جرموں میں غور کرنا تا کہ ان سے بچا جائے عبادت ہے اور اصلاح نفس کا بہترین ذریعہ یہ فائدہ الم
تر اور انظر کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب کہ اس میں خطاب مسلمانوں سے ہوا اچھوں کی اچھائی اور بروں کی برائی میں
فرق بہترین مشغلہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اچھوں کے تذکرے بھی کیے ہیں۔ اور بروں کے بھی چند
تذکرات ہیں غور کرنا عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرنا شکر کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ میں غور کر
نا ایمان کے لئے۔ **ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا** اَمَّا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ اپنے گناہوں میں غور کرنا توبہ کے لئے بزرگوں کی صفات
میں غور کرنا کی پیروی کرنے کے لئے کفار و بدکاروں کے عیوب میں غور کرنا ان سے بچنے کے لئے بھی۔ **تیسرا فائدہ**
ہم کے ساتھ شاندار القاب لگانا یا لکھنا منع ہے کہ یہ بھی اپنی ستھرائی بیان کرنے میں داخل ہے علی حضرت مولانا احمد رضا

صاحب بریلوی نے کبھی اپنے نام کے ساتھ خاں نہ لکھا ہمیشہ اپنے کو احمد رضا لکھا یہ ہے اس آیت کریمہ پر عمل رب فرماتا ہے۔ لا تزکوا انفسکم۔ چوتھا فائدہ: جب اپنی جی تعریف فکر تا ہی معنی ہے کہ شخی میں داخل ہے تو جھوٹی تعریف کرنا بدترین گناہ ہوگا کہ وہ شخی بھی ہے اور جھوٹ بھی۔ پانچواں فائدہ: کوئی شخص محض اپنی کوشش سے بغیر رب کے کرم پاک اور ستھرا نہیں ہو سکتا پاک اس کے کرم سے نصیب ہوتی ہے یہ فائدہ یزکی من یشاء سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے مظہر اتم ہیں خدا کی صفات کا ظہور آپ کی ذات میں ہوتا ہے۔ دیکھو یہاں رب نے فرمایا کہ اللہ جسے چاہے پاک کرے دوسری جگہ اپنے محبوب کے بارے میں فرماتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ ہمارے حبیب ان کو پاک و ستھرا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ پاک دینا اللہ ہے مگر ملتی حضور کے ہاتھوں اور حضور کے دروازے سے۔
تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

خدا کا پانی کنوئیں سے خدا کی شفاء ہسپتال سے خدا کا رزق کھیت یا بازار سے ملتے ہیں تو خدا کی بخشش خدا کی معرفت دلوں کی صفائی و طہارت حضور کے دروازے سے ملتی ہے حضور کا دروازہ اللہ کی ہر رحمت کا خزانہ ہے اللہ سے ملنا ہو تو حضور کے پاس جاؤ اللہ بھی وہیں ملتا ہے۔ ساتواں فائدہ: خدا تعالیٰ نہ تو کسی مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دے گا اور نہ کسی نیک کار کو نیکی سے کم ثواب کہ ان دونوں چیزوں کو اللہ نے ظلم فرمایا اور پروردگار ظلم سے پاک ہے۔ آٹھواں فائدہ: مومنوں کو چھوٹا اور کافروں کو بڑا سمجھنا یونہی مومنوں کو ذلیل اور کافروں کو عزیز سمجھنا بدترین جرم ہے کہ یہ خدا پر جھوٹ ہے کہ رب نے کافروں کو ذلیل کہا ہے اور مومنوں کو عزت والا یہ فائدہ یفترون علی اللہ الکذب سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: اللہ کے محبوب بندوں کی برائی کرنا غضب الہی کا باعث ہے یہ فائدہ کفی بہ۔ الخ سے حاصل ہوا عقیدہ تو یہ ہے کہ خدا کے بعد جو درجہ ہے وہ حضور کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ ہے جہاں عبدیت کے سارے درجے ختم ہیں آگے الوہیت ہی ہے حضور خالق و مخلوق رب و مربوب کے درمیان برزخ کبریٰ ہیں مگر تقویۃ الایمان والا کہتا ہے کہ نبی کا درجہ صرف اتنا ہے جتنا گاؤں میں چودھری یا نمبردار کا۔ (تقویۃ الایمان) یہ اللہ پر ایسا صریح بہتان ہے کہ یہی اس کے عذاب کے لئے کافی ہے دسواں فائدہ: کسی کے متعلق لوگوں کے منہ سے خود بخود اچھی باتیں نکلنا اللہ کی خاص رحمت ہے جیسا کہ یزکی من یشاء تفسیر سے معلوم ہوا یعنی اللہ جسے چاہے لوگوں کے منہ سے پاک صاف کہلواتا ہے دیکھو حضرت غوث پاک، خواجہ جمیری داتا گنج بخش بھویری صدیوں سے اپنی قبروں میں سو رہے ہیں مگر دنیا انہیں ولی غوث و قطب کہہ رہی ہے یہ ہے واللہ یزکی من یشاء کی جیتی جاگتی تفسیر۔ گیارہواں فائدہ: لطف اس میں ہے کہ بندہ کہے میں گنہگار ہوں اور رب کے نیک کار ہے حضرت صدیق اکبر کہتے ہیں یا اللہ میرا کیا بنے گا میرے پاس تو کوئی نیکی ہی نہیں مگر اللہ تعالیٰ انہیں واللیل میں فرماتا ہے اتقی اور سورہ نور میں فرماتا ہے اولو الفضل یعنی سب سے بڑا متقی اور سب سے بڑے درجے یہ ہے اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور مہربانی ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنا تزکیہ برا ہے مگر دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنا تزکیہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد افلح من تزکی آیات میں تعارض ہے۔ جواب: یہاں تزکیہ کے معنی ہیں اپنے کو

وہاں ہیں، یہاں قرآنی جملے مراد ہیں کیونکہ آگے تلاوت کا ذکر آ رہا ہے، اور تلاوت ان ہی کی ہوتی ہے، آیات کی نسبت اللہ کی طرف یا تعریف کے لیے ہے یا اس لیے کہ رب تعالیٰ کی اتاری ہوئی اور قائم کردہ ہیں جیسے ذائقۃ اللہ اور بیت اللہ میں۔ تَتْلُوْهَا عَلَیْكَ: تَتْلُوْ تِلَاوۃ سے بنا جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے، اگرچہ آیات قرآنیہ کی تلاوت جبریل امین کرتے تھے مگر چونکہ رب تعالیٰ کے حکم سے کرتے تھے، نیز ان کا کام گو یا رب تعالیٰ کا کام ہے، اس لیے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تلاوت کرتے ہیں اس تلاوت سے یا تو نزول کے وقت کی تلاوت مراد ہے یا وہ سارے قرآن کی تلاوت جو جبریل امین ہر ماہ رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کرتے تھے، اور ہو سکتا ہے کہ وہ تلاوت مراد ہو جو حراج میں خود رب تعالیٰ نے بلا واسطہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائی، تب یہاں نسبت حقیقی ہوگی، عَلَیْكَ فرما کر یہ بتایا گیا کہ محبوب ہماری یا جبریل امین کی تلاوت تو صرف آپ پر ہوگی، آپ کی تلاوت لوگوں پر، آپ ہمارے اور مخلوق کے درمیان وسیلہ عظمیٰ ہیں بِالْحَقِّ یہ کلمہ یا تَوْتَلُّوْا کے متعلق ہے یا کسی پوشیدہ جملے کے متعلق ہو کر تَتْلُوْا کے فاعل کا حال ہے یا ہا ضمیر کا یا عَلَیْكَ کے ک خطاب کا یعنی ہمارا تلاوت کرنا حق ہے، یا ہماری یہ آیتیں حق ہیں، خیال رہے: کہ حق اور صدق مصدر بھی ہیں اور صفت شبہ بھی، دونوں کے معنی ہیں سچ، مگر صدق و حق میں فرق یہ ہے کہ صدق سچے کلام کو کہتے ہیں اور حق سچے کام، سچے خیال اور سچے عقائد کو، اسی لیے اسلام کو صدق نہیں کہتے حق کہتے ہیں، نیز صدق وہ ہے جو واقعہ کے مطابق ہو، اور حق وہ کہ واقعہ اس کے مطابق ہو کہ جو کچھ فرمایا جائے ویسا ہو جائے، کبھی حق بمعنی تحقیق بھی آتا ہے یعنی لائق۔

وَمَا اللّٰهُ یُرِیْذُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ظلم کے لغوی معنی ہیں تاریکی نور کا مقابل، اصطلاح میں ستانے اور کسی کا حق مارنے یا کسی کی چیز بلا اجازت استعمال کرنے یا کسی چیز کو بے محل و موقعہ استعمال کرنے کو بھی ظلم کہتے ہیں، کیونکہ یہ حرکتیں قیامت کے دن تاریکی کا باعث ہوں گی، نیز ظالم کو ظلم کرتے وقت حق و باطل نہیں سوچتا، وہ نفس کے اندھیرے میں آجاتا ہے، اس لیے ان چیزوں کو ظلم کہا جاتا ہے، عَالَمِیْنَ سے مراد جہان کی انواع و اقسام ہیں، فرشتے ایک عالم ہیں، جنات دوسرا، انسان تیسرا وغیرہ یعنی رب تعالیٰ کسی پر ظلم کرنا تو کیا معنی ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرماتا کہ کسی غیر مستحق عذاب کو عذاب دے دے یا مستحق ثواب کو ثواب نہ دے، یا بلکہ مجرم کو بھاری سزا دے دے یا بڑے ثواب کے مستحق کو تھوڑا ثواب عطا فرمائے۔ وَلِلّٰہِ یہاں لام ملکیت یا خلقت کا ہے یعنی سب چیزیں اللہ کی مخلوق اس کی مملوک اور اس کے قبضہ میں ہیں۔ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَا غَیْرِ عَقْلِ والی چیزوں کے لیے آتا ہے اور مَنْ عَقْل والی کے لیے۔ مَا وہ چیزیں، مَنْ وہ لوگ، اگرچہ عالم کا ہر فرد رب تعالیٰ کی ہے مگر چونکہ غیر عاقلوں کے افراد و اقسام زیادہ ہیں اور عاقلوں کے کم، اس لیے قلمباز فرمایا گیا۔ سَمٰوٰتِ سَمَاء کی جمع ہے جو سَمَوٌ بمعنی بلندی سے بنا، اور اَرْض اورَرْض کے معنی ہیں بکھرتا، پراگندہ ہونا، اسی لیے دال کو رضیض اور دلیہ کو رضاض کہتے ہیں اور سر کچلنے کو رَضُّ الرَّاس کہا جاتا ہے، دیمک کو اَرْضہ، زمین کی حقیقت بھر بھری اور بکھری ہوئی مٹی ہے، اس لیے اسے اَرْض کہا جاتا ہے۔ وَالّٰہِ اللّٰہ تَرْجِعُ الْاُمُوْر: اِلَی اللّٰہ کا تَرْجِعُ پر مقدم کرنا بیان حصر کے لیے ہے، اُمُوْر سے مراد حاجتیں ہیں یا عبادتیں یا احکام یا انتظام، تَرْجِعُ میں حال کا بھی احتمال ہے استقبال کا بھی یعنی تمام مخلوق کی حاجتیں یا ان کی عبادتیں ہماری بارگاہ عالی میں پیش کی جاتی ہیں یا قیامت میں پیش کی جائیں گی یا عالم کے سارے انتظامات و احکام کا رجوع ہماری طرف ہی ہے۔

کہتے پھرنا اپنے کو پاک و بے عیب جانا اور ان آیات میں ترکیہ سے مراد ہے نیک اعمال کے ذریعہ اپنے کو پاک کرنا لہذا آیات میں تعارض نہیں اپنے کو پاک کہنا سنی ہے پاک کرنا مجاہدہ۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی تعریف اپنے آپ نہ کرنی چاہیے مگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی تعریف خود کرتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ **جواب:** اپنی تعریف سنی کے لئے کرنا منع ہے رب تعالیٰ کا اپنی تعریفیں فرمانا ہمیں ایمان دینے کے لئے ہے اور گناہوں سے بچانے کے لئے کہ اے بندو! تم ہماری یہ صفات مانو تو مومن بنو گے اور ہماری جہارت اور قہارت پر نظر رکھو تو گناہوں سے بچو گے۔ ایک حاکم رعایا سے کہتا ہے کہ میں مجرم کو جیل اور پھانسی دینے پر اختیار رکھتا ہوں یہ سنی نہیں بلکہ مجرموں کو جرم سے روکنا اور ملکی انتظام قائم رکھنا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی تعریف خود کرنا برا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریفیں خود کی ہیں کہ فرمایا ہم شفیع المذنبین ہمیں ہم رحمۃ اللعالمین ہیں اسی طرح حضور غوث پاک نے قصیدہ غوثیہ میں اپنے بڑے فضائل بیان فرمائے یہ تمام اس آیت کے خلاف ہے یا نہیں۔ **جواب:** خلاف ہرگز نہیں سنی کے طور اپنی تعریف کرنا برا ان حضرات کا اپنی تعریف فرمانا فخر انہیں شکر اے یہ عبادت ہے رب فرمانا ہے: **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** نیز حضور کا اپنے کو شفیع المذنبین فرمانا ہم گنہگاروں کی آس بندھانے کے لئے ہے کہ گنہگار و مت گھبراؤ میرے پاس آؤ میں تم جیسے لاکھوں کو بخشوا لوں گا یہ آپ کی تبلیغ ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی تعریف کرنا منع ہے تو بعض علما کو فخر الاسلام شمس الائمہ وغیرہ کیوں کہا جاتا ہے؟ **جواب:** یہ کلمات ان لوگوں نے خود اپنے لئے استعمال نہ کئے بلکہ قدرتی طور پر مسلمانوں کے منہ سے ان کے لئے نکلے یہ قوم نے خطاب دیئے ہیں یہ اللہ یزکی من یشاء کا ظہور ہے۔ **پانچواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ پاکی اپنی کوشش سے نہیں ملتی رب کے کرم سے ملتی ہے مگر دوسری جگہ رب فرمانا ہے۔ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا** کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اپنے کو پاک کر سکتا ہے آیتوں میں تعارض ہے **جواب:** تعارض ہرگز نہیں یہاں پاک کرنے والے فاعل حقیقی کا ذکر ہے اور اس آیت میں پاکی کے اسباب جمع کرنے والے کا ذکر ہے رب کی بارگاہ میں جانا اس کی اطاعت کرنا بندے کا کام ہے اور پروردگار کا اسے قبول فرمالینا بخش دینا رب کا کام دریا میں جانا اور غوطہ لگانا بندے کا کام ہے مگر اس کو پاک کر دینا دریا کا کام۔ **چھٹا اعتراض:** سارے بندے اللہ کے بندے ہیں اگر وہ بلا قصور سزا دے دے تو بھی ظالم نہیں اور کسی کو نیکی کا ثواب نہ بھی دے تو بھی ظالم نہیں ظالم وہ ہے جو دوسروں کی ملکیت سے ناجائز تصرف کرے پھر قرآن کریم نے اسے ظلم کیوں فرمایا۔ **جواب:** اس کا جواب تفسیر کبیر نے ایک مقام پر یہ دیا ہے کہ یہ عمل صورت میں ظلم ہے۔ **ساتواں اعتراض:** ان یہود نے اپنے کو نیک اور پاک باز کہا اس میں اللہ پر جھوٹ کیا باندھا رب نے اسے خدا پر جھوٹ باندھا کیوں قرار دیا **جواب:** اس لئے کہ حضور کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر جھوٹ بولا اور اس جھوٹ کو اللہ کی کتابوں اور نبیوں کی طرف منسوب مسجد میں جرم کرنا بڑا گناہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ: سامان سے صاحب مکان و صاحب دوکان کا پتہ چلتا ہے منیاری کی دوکان والے کا سامان اور ہوتا ہے فوٹو گرافری کی دوکان کا سامان کچھ اور یہ دل ایک مکان ہے اگر اس میں شیطان بستا ہے تو اس کا سامان تکبر و حسد، کینہ، ریا وغیرہ ہے اگر اس دل میں اللہ کے محبوب کا کاشانہ ہے تو ان کا سامان آنکھوں کا پانی عجز و نیاز ایمان و

حالت ایک گستاخ نے کہا کہ تم لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال و اولاد مانگتے ہو، اگر ان سے کچھ ملتا ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ کو ضرور بیٹا ملتا (نعوذ باللہ) میں نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو جنت بھی دے دیتے ہیں۔ حضرت ربیعہ نے کہا تھا اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ يَا رَسُولَ اللَّهِ میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں، کیا مال و اولاد جنت سے بڑھ کر ہیں؟ عائشہ صدیقہ یا خود سرکار نے بیٹے کی دعا کب مانگی؟ جن نبیوں نے بیٹے کی دعائیں مانگیں، انہیں فوراً بیٹے کی بشارت اور بعد میں فرزند دیا گیا اگرچہ وہ حضرات اس وقت بوڑھے تھے اور ان کی بیویاں بوڑھی بھی اور بانجھ بھی، دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بی بی سارہ کا واقعہ، اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی بیوی ایسحاق کا واقعہ جو قرآن کریم میں تفصیل دار مذکور ہے، بی بی سارہ نے تو اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری پا کر حیرت سے کہا تھا کہ کیا میں بوڑھی اور بانجھ بچہ جنوں گی، قرآن کریم فرماتا ہے وَآنَا عَجُوزٌ عَقِيمٌ تعجب ہے کہ حضرت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سوا دلادیں ملیں یعنی اولاد اور اولاد اور اولاد، اور بی بی عائشہ صدیقہ کو ایک بیٹا بھی ملے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اور جسے چاہے عذاب دے اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو، لہذا مسئلہ امکان کذب ثابت ہو گیا۔ **جواب:** مسئلہ امکان کذب کی مکمل بحث ہم پہلے پارے میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر میں کر چکے، اس سوال کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں گنہگار مسلمانوں کا ذکر ہے، کیونکہ معافی اور سزا گناہ کی ہوتی ہے، اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے، نہ کفار سے کوئی واسطہ، ورنہ یہ آیت تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع، اور یہاں وقوع کا ذکر ہے کہ رب تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ **چوتھا اعتراض:** مسلمانوں کے خدا کے راج میں بڑی اندھیر نگری ہے کہ جسے چاہے عذاب دے دیا جائے اگرچہ اس نے کوئی پاپ نہ کیا ہو، اور جسے چاہے جنت دے دی جائے اگرچہ وہ مہاپاپی ہو، ایسا اندھیر مچانے والا خدا نہیں ہو سکتا، ہمارا پر ماتما انصاف والا ہے کہ اچھوں کو جزاء اور بدوں کو سزا ضرور دیتا ہے (آریہ از ستیارتھ پرکاش) **جواب:** ہم اس کا تحقیقی و تفصیلی جواب سورہ بقرہ کے آخر میں دے چکے ہیں کہ یہاں گنہگاروں کا تذکرہ ہے کیونکہ معافی و سزا کا ذکر ہو رہا ہے، معافی بھی گناہ کی ہوتی ہے اور سزا بھی بھولے نا سمجھ پنڈت نے مغفرت اور عذاب کے معنی ہی نہ سمجھے۔ **پانچواں اعتراض:** بتاؤ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قوت نازلہ پڑھنا اور کفار کو بد دعائیں دینا غلط تھا یا صحیح، اگر صحیح تھا تو رب تعالیٰ نے اس سے روکا کیوں، اور اگر غلط تھا، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیوں؟ آپ کا تو ہر قول وحی الہی سے ہے اور ہر عمل رب تعالیٰ کی طرف سے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔ **جواب:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل بھی درست تھا اور یہ بھی، مگر وہ اچھا تھا، یہ بہت اچھا، رب نے فرمایا اے حبیب تم بہت اچھے رسول ہو، اس لیے بہت ہی اچھا عمل کرو، یہ ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ نے صحابہ کرام فرمایا وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصّٰبِرِيْنَ اے مسلمانو! اگر تم سے بدلہ لو، تو برابر لینا، زیادہ نہ لینا، اور اگر تم صبر کرو، تو یہ اور بھی اچھا ہے۔

نوٹ: یہ سوال و جواب تفسیر کبیر و روح المعانی وغیرہ نے نقل فرمایا۔ **چھٹا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ

چاند سورج جمع کر دیے جائیں گے، اگر پیدا نہ ہوتے، تو جمع کیسے ہوتے؟ اور دوزخ کے بارے میں فرماتا ہے: **وَقُلْنَا لِلنَّاسِ وَالْجِبَارَةِ** اس کا ایندھن لوگ و پتھر ہیں، اگر پتھر پیدا نہ کئے جاتے، تو آگ کا ایندھن کیسے بنتے، اور فرماتا ہے کہ سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتے، انہیں آگ میں تپا کر **فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ** ان سے بخیلوں کی پیشانیاں و کروٹیں داغی جائیں گی، اگر سونا چاندی پیدا نہ کئے جاتے، تو تپایا کئے جاتا، اور داغ کئے دیا جاتا؟ لہذا خیانت شدہ مال بھی پیدا کیا جائے گا، تاکہ اس سے خائن کو عذاب دیا جائے، تمہاری پیش کردہ آیت میں جانوروں کی پیدائش کا تو ذکر ہے مگر دوسروں کی پیدائش کی نفی نہیں، چونکہ اصل مقصود انسان کی پیدائش تھی، باقی اس کے تابع، اس لیے ان کا ذکر نہ ہوا، دوسرے یہ کہ یہاں خیانت کے عمل کا بوجھ اٹھانا مراد ہے نہ کہ مال کا اٹھانا جیسے آج قرض، خود ایک بوجھ ہوتا ہے، ایسے ہی کل خیانت ایک بوجھ ہوگی، تیسرے یہ کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر عمل ذرہ برابر ہو، پھر وہ پتھر کی چٹان یا آسمان میں ہو، تو **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِهِمْ** تب بھی اللہ سے لے آئے گا، یہاں بھی ایک مثال ہی دی گئی ہے، تفسیر کبیر نے یہی جواب راجح قرار دیا، مگر فقیر کے نزدیک جواب اول قوی ہے، کسی آیت میں بلا ضرورت شرعیہ تاویل نہ کرنا چاہئے۔ **دوسرا اعتراض:** تمہارے پیش کردہ فوائد سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خائن کی شفاعت نہ فرمائیں گے، تو مسئلہ شفاعت ختم ہوا، خیانت کی طرح اور بھی بہت سے جرم ہیں، چاہئے کہ ان کی شفاعت بھی نہ ہو۔ **جواب:** اس کے جواب ہیں، ایک یہ کہ یہ فرمان ڈرانے کے لیے ہے، بغیر مثال یوں سمجھو کہ ماں شریہ بچے سے کہتی ہے کہ اگر تو نے میرا کہا نہ مانا، تو باپ کی مار سے نہ بچاؤں گی، تاکہ بچہ شرارت سے باز آجائے، مگر جب باپ مارتا ہے تو پھر رحم کھا کر بچا ہی لیتی ہے، ممکن ہے کہ وہاں بے کسی دیکھ کر رحم فرمائیں، فرماتے ہیں کہ میری شفاعت گناہ کبیرہ والے امتی کو پہنچے گی۔

دیکھی جو بیکی تو انہیں رحم آگیا گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

دوسرے یہ کہ یہ وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو خیانت حلال جان کر کریں، اب وہ کافر ہوئے، اور کافر کے لیے شفاعت نہیں، یہ ہی وعید مانعین زکوٰۃ کے لیے بھی ہے، وہاں بھی منکرین زکوٰۃ مراد ہیں، نہ کہ تارکین زکوٰۃ۔ **تیسرا اعتراض:** **تُؤْفَىٰ كُلُّ نَفْسٍ** سے معلوم ہوا، کہ ہر نفس کو پورا بدلہ دیا جائے گا، تو نہ معافی کوئی چیز رہی نہ شفاعت۔ **جواب:** اس کے چند جواب ہیں، ایک یہ کہ یہاں قانون کا ذکر ہے، اور **إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا** میں اس کی قدرت کا تذکرہ ہے، ہمارا ایمان قانون پر بھی ہے قدرت پر بھی، دوسرے یہ کہ **تُؤْفَىٰ** کے معنی یہ ہیں، کہ گناہوں کی سزا میں زیادتی نہ ہوگی اور نیکیوں کی جزاء میں کمی نہ کی جائے گی، رہا گناہ معاف فرما دینا، نیکیوں کا بدلہ زیادہ دے دینا، یہ کرم ہے، غرضیکہ یہاں عدل کا ذکر ہے عدل فضل کے خلاف نہیں، تیسرے یہ کہ یہ پورا دینا ظلم کے مقابل ہے، اس لیے فرمایا **لَا يَظْلَمُونَ**، اگر رب تعالیٰ کسی کی نیکیاں ساری برباد فرما دے، تو ظلم نہیں اور اگر کسی کو بلا جرم سخت سزا دے، تب بھی ظلم نہیں، ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں بلا اجازت عمل درآمد کرنا سب اللہ کے بندے ہیں اسی کی ملکیت ہیں، پنے بندوں سے جو معاملہ فرما دے عین عدل یا فضل ہے، ظلم کیسا؟ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نفس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو کیا نابالغ بچوں کے اعمال کی بھی سزا و جزاء ہے؟ نفس تو وہ بھی ہیں۔ **جواب:** ہاں، سزا سے مراد مکلف بندہ ہے جس پر شرعی احکام جاری ہوں، اسی لیے آگے ارشاد ہوا **بِمَا كَسَبَتْ** اس کے کسب کا بدلہ

تفسیر قرآنی



اسم تاریخی

آشرف التفسیر

۱۳۶۳ هـ



مفسر

حکیم الامت الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی علیہ رحمۃ الرحمن



حسب خواہش

مترجم محترم سید امین نور محمد رضوی روکارپا



فتاویٰ فیض الرسول

تصنیف

فقیر ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قلم اجمیری
سابق صد شعبہ افتاء دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول

شبیر برادرز

۴۰۔ بی، اردو بازار، لاہور

فالباری تعالیٰ عنہ منزہ و هو محال علیہ تعالیٰ ام یعنی اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ ہر وہ چیز جو صفت عیب ہے۔ باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ خدا ہے تعالیٰ پر محال ہے ممکن نہیں رہا شادی کرنا تو یہ بھی محال ہے کہ خدا نے تعالیٰ کو شادی پر قادر ماننے سے کئی خدا کا ممکن ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ جب شادی کرنے پر قادر ہوگا تو استقرار عمل و تولید ولد پر بھی قادر ہوگا اور خدا کا پچھ خدا ہی ہوگا۔ قرآن مجید پارہ ۲۵ رکوع ۱۳ میں ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْ بِمَشْغُوْنٍ فَلَنْ اَفْاَنَا اَقْلُ الْعَبْدِيْنَ ذِیْنِیْ تَمْ فَرَاوْكَ اَکْرَمُنْ كَیْ لَیْ كُوْنِیْ بِحَمْدِیْ تُوْمِیْ سَبَّحْ بِحَمْدِیْ (اس کا) پوجنے والا ہوں تو قطعاً وہ بلکہ کئی خدا کا ممکن ہونا لازم آیا کہ قدرت خدا کی انتہا نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جلال الدین احمد الہمدی

معلمہ از محمد نوان قادری دارالعلوم تدریس الاسلام بسطیلہ ضلع بستی
مشرکین کی بخشش تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یا نہیں؟

الجواب۔ بیشک مغفرت مشرکین تحت قدرت باری تعالیٰ ہے شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے انفتحت الامۃ ان اللہ تعالیٰ لا یغفر عن الکفر قطعاً وان جاز عقلاً (بحوالہ سبحان السبوح ص ۱) لیکن ان کی مغفرت کا وقوع محال ہے بقولہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشو ک جبہ حاصل یہ ہے کہ مغفرت مشرکین عقلاً ممکن بالذات اور شرعاً محال بالغیر ہے و هو تعالیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ک غلام جیلانی

مدرس دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

۱۹ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

معلمہ از محمد حنیف اللہ نعیمی دارالعلوم فاروقیہ مدہ ٹک پوسٹ دھواں ضلع گونڈہ

اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کیسا ہے؟ اس جملہ سے جہت کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی یہ جملہ بول کر بلند و بالا اور برتری کے معنی میں استعمال کرے تو اس کی تاویل مسوع ہوگی یا نہیں؟ بینوا و جبروا۔

الجواب۔ خدا نے تعالیٰ کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کفر ہے کہ اس لفظ سے اس کے لئے جہت کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کی ذات جہت سے پاک ہے جیسا کہ حضرت علامہ سعد الدین تقی اللہ تعالیٰ علیہ تہم فرماتے ہیں اذالہ یکن فی مکان لہ یکن فی جہۃ لاعلو ولا سفلا ولا غیر ہما (شرح مقاصد نفسی ص ۳۳) اور حضرت علامہ ابن قیم

لہا سودت الجواب علی السوال الذی اجاب علیہ رشید احمد کان فی
عزنی التکلم علی ما استدرك به رشید المذکور بقوله نعم الخ یا نہ مختار
لہا علیہ لما ترید یہ وهو الصیغہ الذی علیہ المعول وعند امری
بتبیینہ وكان السائل یجمل علی فی الجواب انسیت ذلک کتب
الجواب مقتصر اعلی ما فی السوال واقول الان ان الحنفیۃ لا یجوز
عقدان الکفر عقلاً کما لا یجوز سمعاً لان تعذیب لکفار واقع لا محالہ
فیكون وقوعہ علی وجه الحکمۃ فالعقوبۃ عنہم علی خلاف الحکمۃ فیجب
تنزیہہ افعالہ تعالیٰ عنہ کذا قالہ ابو البقاء فی کلیاتہ فی بحث لو
فانظرہ دئی معین المفتی علی جواب المستفی للعلامۃ محمد بن عبد اللہ
التمرتاشی الحنفی صاحب تنویر الابصار والعفو عن الکفر لا یجوز عقلاً
خلاقاً للاشعری وتخلید المؤمنین فی النار والکافرین فی الجنۃ یجوز
عقلاً عندہم الا ان السمع درد بخلافہ وعندنا لا یجوز ولا یوصف اللہ

سائل ہوں، جان تو خدا تجھ پر رحم کرے جب میں نے رشید احمد کے جواب پر ادھر کی تحریر کا مسودہ
لکھا تو میرا پختہ ارادہ تھا کہ میں اس کے بغیر قول پر اعتراض کروں گا کہ وہ مخالفت مذہب ما ترید یہ
کے ہے اور صحیح معتبر ما ترید یہ کا مذہب ہے اور جب میں نے مفتی کو اس کے لکھ دینے کا حکم کیا اور
سائل جلد جواب مانگ رہا تھا مجھے وہ پہلی بات لکھنی بھول گئی اور امتناع کذب تک ہی لکھا
تو اب میں کہتا ہوں کہ خفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی نادر ہے جیسا کہ معنی ناجائز
ہے اس لئے کہ کافروں کو عذاب ضروری ہونے والا ہے پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے اور ان کی
بخشش خلاف حکمت ہے پس اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اس سے واجب ہے علامہ ابو البقاء نے کلیہ کے
بحث وعد میں ایسا کہا ہے تو اس کو دیکھ اور علامہ تمرتاشی مفتی صاحب تنویر الابصار کی کتاب
معین المفتی میں ہے کہ کفر کی بخشش عقلاً بھی نادر ہے خلاف اشعری کے اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ
میں رہنا اور کافروں کا ہمیشہ بہشت میں رہنا اشعریہ کے نزدیک واجب ہے مگر دلیل بھی اس کے برخلاف

تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت
القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدروا لا یفعل انتہی وقال صاحب لعمدۃ من
الحنفیۃ وهو العلامة ابو البرکات النسفی تخلید المؤمنین فی النار والکافر
فی الجنۃ یجوز عقلاً عندہم یعنی للاشاعرۃ الا ان السمع درد بخلافہ
عندنا ما معشر الحنفیۃ لا یجوز انتہی وفی حاشیہ شرح المعقائد لرمضان
افتدی وزعم بعضهم من اهل السنۃ ای فی الجواب عن تسک المعتبر

وهو ليس بمريض
عن الله تعالى
الله تعالى في
تعالى ما يبدل
وغيره بان المح

ہے اور ہم نے نزدیک
نادر ہے کیونکہ محال
نہیں اور علامہ نسفی
رہنا اشاعرہ کے نزدیک
عقلاً سمعاً نادر ہے
اہل سنت نے معتزلہ
اور پرز علم خود امام
سے خلف وعید کیونکہ
نہیں بدلتی الخ اور
عدم جواز پر ہیں

تقدیر الکیل

توفیق الرشید الخلیل

مؤلفہ و شاعرہ

حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب دہلی

مؤلفہ و شاعرہ

مؤلفہ و شاعرہ

حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب دہلی

کو عقل سے ثواب اور عقاب کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ ایجاب اور تحریم کا اور نہ دیگر احکام تکلیفیہ کا، ان تمام امور کا ثبوت صرف شرع سے ہوتا ہے، نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، بلکہ تمام جہان اس کی ملکیت ہے، دنیا اور آخرت اس کی سلطنت میں ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ان میں کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکو کاموں اور اطاعت گزاروں کو جہنم میں داخل کر دے تو یہ اس کا عدل ہوگا اور جب وہ ان پر انعام و اکرام کرے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا، اسی طرح اگر وہ تمام کفار پر انعام فرمائے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے اور اس کی خبر صادق ہوتی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ وہ مومنین کی معصرت فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور کافروں کو عذاب دے گا اور ان کو اپنے عدل سے ہمیشہ جہنم میں رکھے گا۔

معتزلہ احکام شرعیہ کو عقل سے ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نیک اعمال کی جزا دینا واجب ہے اور جو چیز بندے کے حق میں زیادہ بہتر ہو اس کا کرنا اس پر واجب ہے، اور اس کے عقوبات کرنا اللہ تعالیٰ پر مستحب ہے، انھوں نے اپنے اختراعی عقائد کی وجہ سے قرآن اور سنت کی بہ کثرت خصوصاً صریحہ کو ترک کر دیا۔ اس باب کی احادیث میں اہل حق کے مذہب پر دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے ثواب اور جنت کا مستحق نہیں ہوتا۔

وَنُودُوا اِنَّ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي ارْتَمَوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ - (اعراف: ۴۳)
وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي ارْتَمَوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ - (ذخرف: ۴۲)
اور (اہل جنت کو) پکار کر کہا جائے گا تم (نیک) عمل کرنے کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو۔
اور یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو نیک عمل کرنے کی وجہ سے وارث کیا گیا ہے۔

ان آیات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہوگا، اور یہ اس باب کی احادیث کے عقائد ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہوگا، لیکن نیک اعمال، ہدایت اور اس میں اخلاص کی توفیق اور ان اعمال کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوگا، اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان محض اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا اور یہی ان احادیث کی مراد ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: ہمیں لوگوں نے کہا ان آیات میں اور احادیث میں تضاد ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عمل لذاتہ دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، بلکہ عمل سے جنت اس لیے واجب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عمل کو دخول جنت کی علامت بنا دیا ہے نیز اعمال صالحہ کی توفیق دینے والا، اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حقیقت میں جنت کا دخول صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ علامہ آؤسی لکھتے ہیں:

معتزلہ نے یہ زعم کیا ہے کہ ان آیات سے ثابت ہے کہ جنت میں دخول اعمال کی وجہ سے ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ نے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نردی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۷-۳۰۶، مطبوعہ نور محمد راجح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام فخر الدین محمد بن حبیب الدین عمر رازی متوفی ۶۷۲ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

وَقَالُوا لَئِنْ كُنَّا لَسَمْعًا لِّرُسُلِكُمْ فَخَنَّا وَكَانَ هَٰؤُلَاءِ مِنْكُمْ غَافِلِينَ
اور رسول تم کو جو احکام دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔

شرح صحیح مسلم

جلد سابع

بِرَّ، قَدْر، عِلْم، ذِكْر، تَوْصِيْفَتُ الْمَنَافِقِيْنَ، فِتْن، زُهْد، تَفْسِيْر

تصنيف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک ٹال (جٹو) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مسلمانو! وہابیوں اور مرزاہیوں کے



مصنفہ

قاضی فضل احمد صاحب عفا اللہ تعالیٰ عنہ نئی حقیقی نقشبندی صادق

کورٹ انسپکٹر پولیس پشاور لودھیانہ

کتب خانہ سمٹانی اندر کوٹ

میرٹھو نے شائع کیا

اسی میں رہیں گے :

(۲۰) خدا و اللہ اصحاب النار ہم فیہم اخلادون۔ بس یہی لوگ حوزہ حق ہیں جو ہمیشہ اُسی میں رہیں گے (اعتراف - یوتھ - مجادلہ)

ان آیات کے سوا کثرت سے آیات قرآن میں موجود ہیں یہاں ان میں آیات کو کافی سے زیادہ اس کے لئے سمجھا گیا ہے۔ ان سے بہت وجہ ثابت ہے کہ جو وعدہ یا وعید یا عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم میں فرمایا ہے اس کے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔ اس کا حکم قائم اور دائم ہے۔ بالخصوص اخبار میں اور جو کچھ چاہے وہی ہو تا ہے۔ اور جس کو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نجات کا کیا ہے ویسا ہی پورا کرے گا۔ اس میں سرسوفرق نہیں ہوگا۔ اور وہ وعدہ کفار کے حق میں ہے اس کو بھی ویسا ہی پورا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور وعید میں تمام پتھروں سے سچا ہے۔ وعدہ خلافی اور جھوٹ اس کی شان حالی کے خلاف ہے اور اس کی ذات پاک کے منافی۔ جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ خداوند کریم خلف وعید آیا ہے یا اپنے وعدہ کے خلاف کرتا ہے یا کر سکتا ہے یا کذب یا دروغ بولتا ہے یا بولے گا یا بول سکتا ہے یا بولنے پر قادر ہے وہ محض اہل سنت و جماعت سے خارج بلکہ کافر ہے یہی مذہب اہل سنت و جماعت متقدمین اور متاخرین کا ہے۔ جو لصوص سے ثابت ہے :

فصل دوم۔ تفاسیر قرآنی سے اس بات کا ثبوت کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ اور وعید سچا ہے۔ اس کے خلاف ہرگز نہیں کرتا

(۱) تفسیر قادری جلد دوم صفحہ ۴۰۴ سطر ۱۸۔ ان سب (قوم تیج) نے کذب الرہسل تکذیب کی تمام رسولوں کی۔ اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ تو ان میں سے ایک کی تکذیب ان سب کی تکذیب ہوتی ہے۔ پس جب اس قوم کے لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی۔ فحقی وعدہ خدا تو مسلم ہو گئی اور نازل ہوئی ان پر میری وعید یعنی جو کچھ وعدہ عذاب کا ہم نے کیا تھا۔ بلفظ۔

ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

ان لوگوں کی وہ کتابیں جن میں یہ کلمات کفریہ ہیں مدقوں سے انہوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض دود و بار چھپیں، مدتاً مدت سے علمائے اہل سنت نے ان کے رد چھاپے، مواخذے کئے، وہ فتوے جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لئے گئے جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیتا تھا سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے، یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس پہلے ربيع الآخر ۱۴۰۸ھ

میں رسالہ صیانت الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع روکے شائع ہو چکا پھر ۱۴۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل رد چھاپا، پھر ۱۴۲۳ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ خضعیہ میں اس کا اور قاہرہ رد چھاپا اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ میں مرا، اور مرتے دم تک ساکت

رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتوے میرٹھ میں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دیا سہل نقانہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے، نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر انتہات نہ کیا۔ زید سے اس کا ایک مہری فتویٰ اس کی زندگی و زندگی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اس کی اشاعت ہوتی رہے، لوگ اس کا رد چھاپا کریں، زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں، زید اس کے بعد پندرہ برس جیے اور یہ سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتویٰ کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے بیان تک کہ دم نکل جائے، کیا کوئی عاقل گمان کر سکتا ہے کہ اس نسبت سے اسے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا اور ان میں سے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں، نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہو سکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گڑھ سکتے ہیں۔

۱۴۲۳ھ میں ان کے تمام کفریات کا مجموعہ کجائی رد شائع ہوا۔ پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان میں سے سرغنہ کے پاس لے گئے، سوالوں پر جو حالت سرابگی لے کر دیا ہوئی، دیکھنے والوں سے اس کی کیفیت پوچھے مگر اس وقت بھی نہ ان تحریرات سے انکار

علمائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

حسام الحرمین

علی منکر الکفر والہین

تالیف: اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضر مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

ایم۔ اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش وڈلاہو

کتاب العقائد

اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت

سوال :- ذات باری تعالیٰ عز اسمہ موصوف بصفات کذب ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا نے تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب :- ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفات کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ ومنت اصدق من اللہ قیلہ۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا نے تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لبک کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ولو شئنا لادینا کل نفس مہدھا و لکن حق القول منی لا ملئین جہنم من الجنة والناس اجمعین یتہ

اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن بنا دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطراب سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے۔ یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لھم الخ لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبادت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعد فلا امتناع فیہ لذاتہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اور اللہ سے بڑھ کر سچ کہنے والا کون ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اس کلام سے جو ظالم کہتے ہیں پاک ہے اور بہت پاک۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہو گیا کہ میں جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا۔

۴۔ جو چاہے کرنے والا۔

۵۔ اگر تُو ان کو بخش دے۔

۶۔ اور شرک کا معاف نہ ہونا وعید کا مقتضی ہے لہذا اس میں اس کی ذات کے لئے کوئی امتناع نہیں۔

تالیفات رشیدیہ

مع فتاویٰ رشیدیہ مکمل مہرب

فقہ العصر قطب الارشاد

امام ربانی حضرت مولانا رشید محمد رت گنگوہی قسری

کے فتاویٰ، رسال اور تصانیف کا مجموعہ



ادارۃ اسلامیات لاہور

- فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مہرب
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الشیعہ
- زبدۃ الناسک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المتعدی فی قرآنہ المقتدی
- القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات الشراوہ
- فتویٰ مولد شریف
- رد الطغیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العربی فی تحقیق الجمعۃ فی القرئی
- فتویٰ حسیاط الظہر

الْمُهَنْدِ عَلَى الْمُهَنْدِ

یعنی

عقائد علماء اہل سنت دیوبند

تالیف

فخر الخدین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ العزیز
المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السنیۃ والجماعۃ

حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی مدظلہم

تصدیقات تدریجہ

ادارہ اسلامیات ○ ۱۹۰ - انارکلی لاہور

شی من کلامہ فہو کا فر ملحد زندیق لیس کاش سب بھی نہیں۔
لہ شائتہ من الایمان۔

السوال الخامس والعشرون

پچیسواں سوال

هل نسبتم في تأليفكم الى بعض الاشاعرة القول بإمكان الكذب وعلى تقديرها فما المراد بذلك وهل عندكم نص على هذا المذهب من المعقدين بينوا الامر لنا على وجهه۔
کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعرہ کی طرف امکان کذب فسوب کیا ہے اور اگر کیا ہے تو اس سے مراد کیا ہے اور اس مذہب پر تمہارے پاس معتبر علماء کی کیا کوئی سند ہے۔ واقعی امر میں بکاو۔

الجواب

جواب

الاصل فيه انه وقع النزاع بيننا وبين المنطقيين من اهل الهند والمبتدعة منهم في مقدورية خلاف ما وعد به الباري سبحانه وتعالى واخبر به او ارادة وامثالها فقالوا ان خلاف هذه الاشياء خارج عن القدرة القديمة مستحيل عقلا لا يمكن ان يكون مقدورا لله تعالى واجب عليه ما يطاق الوعد والخبر والارادة والعلم وقلنا اصل बात یہ ہے کہ ہمارے اور ہندی منطقیوں و بدعتیوں کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع ہوا کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا یا خبر دی، یا ارادہ کیا، اس کے خلاف پر اس کو قدرت ہے یا نہیں۔ سورہ توبہ کہتے ہیں کہ ان باتوں کا خلاف اس کی قدرت قدیر سے خارج اور عقلاً محال ہے۔ ان کا مقدر خدا ہونا ممکن ہی نہیں اور حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ وعدہ اور خبر اور ارادہ اور علم کے مطابق کرے

عليه في زمانه فانه مُحَرَّفٌ ملتبسٌ دجال مكاروبٌ يصور الامهار وليس بأدنى من المسيح القادياني فانه يدعى الرسالة ظاهر اوعلى وهذا يستقر بالمجددية ويكفر علماء الامة كما كفر الروهابية اتباع محمد بن عبد الوهاب الامة خذله الله تعالى كما خذلهم۔
تحریف و تلبیس و دجل و مکر کی اس کو عادت ہے۔ اکثر ٹھہریں بنا لیتا ہے، مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں، اس لیے کہ وہ رسالت کا کھلم کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے ہے علامت امت کو کافر کرتا رہتا ہے جس طرح محمد بن عبد الوہاب کے وہابی چیلے امت کی تکفیر کیا کرتے تھے۔ خدا اس کو بھی انھیں کی طرح رسوا کرے

السوال الرابع والعشرون

چوبیسواں سوال

هل تعتقدون امکان وقوع الكذب في كلام من كلام المولى عز وجل سبحانه ام كيف الامر

الجواب

نحن ومشائخنا وحمهم الله تعالى نؤمن ونؤمن بان كل كلام صدر عن الباري عز وجل او سيصدر عنه فهو مقطوع انصديق مجزوم بمطابقته واقع وليس في كلام من كلامه تعالى شائبة كذب ومظنة خلاف اصلا بلا شبهة ومن اعتقد خلاف ذلك او توصم بالكذب في

جواب

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کسی کلام میں وقوع کذب ممکن ہے؟ یا کیا بات ہے۔
ہم اور ہمارے مشائخ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جو کلام بھی حق تعالیٰ سے صادر ہوا یا آئندہ ہوگا وہ یقیناً سچا اور بلاشبہ واقع کے مطابق ہے اس کے کبھی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا داعی بھی بالکل نہیں اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کسی کلام میں کذب کا دہم کرے وہ وہ کافر ملحد، زندیق ہے۔ اس میں ایمان

نزاع کے خاتمے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المعتمد المستند کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا حرمین طبعیہ کے علماء کی خدمت میں پیش کیا جس پر وہاں کے ۳۵ جلیل القدر علماء نے زبردست تقریریں لکھیں اور دشکاف الفاظ میں تحریر کیا کہ مرزے نے قادیانی کے ساتھ ساتھ افراد مذکورہ بشک شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو حمایت دین کے سلسلے میں بھرپور خارج تحسین پیش کیا، علماء حرمین کریمین کے یہ فتوے حاکم الحرمین علی منکر الکفر والین (۱۳۲۴ھ) کے نام سے شائع کر دیئے گئے

بجائے اس کے کہ گستاخانہ عبارات سے رجوع کیا جاتا علمائے دیوبند کی ایک جماعت نے مل کر ایک رسالہ المتمدن المقتدہ ترتیب دیا جس میں کمال چابکدستی سے یہ ظاہر کیا کہ ہمارے عقاید وہی ہیں جو اہل سنت و جماعت کے ہیں، حالانکہ باعث نزاع عبارات متعلقہ کتابوں میں بدستور موجود تھیں، صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد عظیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے تحقیقات لدفع التلبیس، لکھ کر ایسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ مولانا حاکم الحرمین کا اثر زائل کرنے کے لیے علماء دیوبند نے یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ فتوے علماء حرمین کو مناصب دے کر حاصل کیے گئے ہیں کیونکہ اصل عبارات اردو میں تھیں، ہندوستان (متحدہ پاک ہند) کے علماء میں سے کوئی بھی حاکم الحرمین کا ٹھکانہ نہیں ہے، اس پروپیگنڈے کے دفاع کے لیے شیریشیہ اہل سنت مولانا شمس علی خان رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے متحدہ پاک و ہند کے اڑھائی سو سے زیادہ نامور علماء کی حاکم الحرمین کی تصدیقات الصوامع المندیہ کے نام سے شائع کر دیں۔

دیوبندی محتجب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اب بھی عام طور پر عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے لاہور کا بریلوی کی کفر کی تھی حالانکہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان اور اسلام کے خادم تھے اور ”المتمدن“ ایسی کتابوں کی بڑھ چڑھ کر اشاعت کرتے ہیں ان حالات میں حاکم الحرمین کے شائع کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی تاکہ اختلاف کا صحیح پس منظر سامنے آجائے اور کسی کے لیے منالط آمیزی کی گنجائش نہ رہے، مکتبہ نبویہ نے اپنی روایات کے مطابق حاکم الحرمین کو شائع کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ
۳۰ ستمبر ۱۹۷۵ء
محمد عبدالحکیم شرف قادری
لاہور



پیرایہ آغاز

دشکات فہم حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صدر مدرس جامعہ نظامیہ لاہور

عوام انسان س کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) اور دیوبندی علماء آپس میں سرگرمیاں ہیں، ہر دو مکتب فکر کی جانب سے اپنی اپنی تائید میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ہم کہہ رہے ہیں کہ ہر دو مکتب کا ہر ایک کی مانیں اور کس کی نہ مانیں؟ کچھ بزم غم خویش مصلح قسم کے افراد اپنی چرب زبانی سے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اختلافات فروعی ہیں ان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہم نہ بریلوی ہیں نہ دیوبندی، عثمانی ہیں نہ خاندانی، ہم تو سید سے سادے مسلمان ہیں اور بس! اس طرح وہ صلیح کلیت کا پرچار کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ اختلافات کا نام لینے والے مجرم ہیں اور صلیح مسلمان وہ ہیں جو ان اختلافات سے بالکل بے تعلق ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر اختلاف ذاتی وجہ کی بنا پر ہو یا اس کا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو تو اس میں الجھنا ہی بہتر ہے مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی اختلافات ایسے نہیں ہیں جن پر مجاذہ آرائی مناسب ہو، کیونکہ یہ فروعی اختلافات ہیں، لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس سے کسی طور پر آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں، یہ اختلاف کسی طرح بھی فروعی نہیں اصولی ہوگا، ایسی صورت میں لازمی طور پر ایک درگیر و محکم گیر ایک جانب کی حمایت اور دوسری جانب سے برأت کرنی پڑے گی، اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین (آیہ) کا یہی مفاد ہے، اس آیت میں سرف راہ راست کی ہدایت طلب کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ مستحق غضب اور اہل ضلال سے پناہ مانگتے رہو۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد فرمایا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے معتزلہ کی قوت حاکم کی پروا نہ کرتے ہوئے کلمہ حق کما اور کوڑے لگا کھاتے، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو طرق و سلاسل کی دھکیاں حرف اختلاف اور لغو حق

علمائے مکتبہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

حسام الحرمین علی منکر الکفر والین

تالیف: اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
ایم۔ اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش وڈ لاہور

مرتبہ نیکو فاعلہ

الحمد لله رب العالمین لا جواب فیض کتاب سہی

التحقیقا

لذفع

التحریر

مصنف عالم اکل واقف ہر خفی و جلی مولانا مولوی محمد ریاست علی
خان صاحب حلفی شاہجہانپوری بایا ہی سخی کریم محمد نرہت اللہ خان
صاحب محلہ امین فی جلال اللہ صاحب فرمانش محمد عبدالرزاق صاحب جگر کتاب
باہتمام کترین محمد شمس الدین ابن جنابی محمد محمد الدین صاحب ایک طبع المظاہر

مطبعہ المطاہرہ لکھنؤ میں

اردان کتب مطبعہ کا پتہ بعد الرب خان تاجر کتب خلیل غری شاہ جہان پور

علماء عرب نے ان پر فتوے تکفیر کے دیے نقل مواہیر ان علماء کے اس مختصر میں
ضروری نہیں معلوم ہوتی اگر کوئی دیکھتا چاہے تو وہ فتاویٰ طبع ہو کر شائع ہو گیا
ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے قولہ تیسری بات یہ ہے کہ ہندوستان میں
وہابی کا استہوال اس شخص کے لیے تھا جو ائمہ معنی اللہ عنہ کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر اپنی
وسعت ہوتی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سنیہ
ورسوم قبیلہ کو چھوڑ دیں یہاں تک ہوا کہ یہابی اور اس کے نواح میں مشہور ہے
کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ بھی وہابی
ہے گو کتابی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو الخ اقول یہ قول جو مولف ہند نے لکھا ہے
یہ بعض جہلاد کا ہے نہ علماء کا علماء جمہور تو بلکہ جملہ علماء اہل سنت و الجماعت کے کہ جو
ان کے عقائد باطلہ سے واقف ہو گئے ہیں بڑا جانتے ہیں اور ان کو وہابی قرار دیتے
ہیں اور ان کے رد اور ابطال میں مصروف بلکہ ان کے مشارع خود لکھتے ہیں کہ محمد

بن عبد الوہاب کے عقائد عمدہ ہیں اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر دیکھئے تو
کتاب بڑا دھوکا ہے۔ علماء عرب و بچارے اس احوال کو کیا جانیں اور ان کی تلبیس
سے کیا فہم جو ہند میں انہوں نے اپنی کتابوں میں عفا اللہ باطلہ لکھ کر شائع کی ہیں

جس کے سبب سے نہایت فتنہ اور فساد پڑ گیا اور جو ہندوستان میں آگ پھیلانی
ہے اگر اس سے علماء عرب واقف ہوں تو بلاشبہ وہ بھی اس فرقہ کو بہت ہی بُرا
سمجھیں اور ملامت سے پیش آئیں اور فی الواقع جن جن کو ان کے عقائد باطلہ
کی نسبت ہو گئی پھر وہ ان کو بُرا سمجھنے لگے اور رد اور ابطال ان کے مذہب کا کیا

جو ان کے عقائد باطلہ سے واقف نہیں ان کو مواہیر اہل سنت و الجماعت کے ایسے
عفا اللہ مہرین کراہیں اور ہندوستان میں بچارے جاہلون کو یہ دکھائے
ہیں کہ ہمارے عقائد پر تو علماء عرب نے بھی مہرین کر دیں اور نیز ہمارے عقائد تو

مواقع اہل سنت و الجماعت کے ہیں ہکو یہ بدعتی علماء وہابی کہتے ہیں یہ عناد سے
کہتے ہیں عاشا کلا ہمارے عقائد مثل وہابیہ کے نہیں یہ ہم پر اور ہمارے مشائخ پر

اور نیز ان کے بہت علماء و تکفیر کی اور رد کر کے انکو اطلالہ ہی ہوتی ہیں انہوں نے جو کچھ

المُهَنْدُ عَلَى الْمُهَنْدِ

یعنی

عقائد علماء اہل سنت دیوبند

تالیف

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

از

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہم

تصدیقات مع تدویر جدیدہ

○

ادارۃ اسلامیات ○ ۱۹۰ - انارکلی لاہور

ان امثال ہذہ الاشیاء مقدور قطعاً
لکنہ غیر جائز الوقوع عند اہل السنۃ
والجماعۃ من الشاعرة و الماتریدیۃ
شرعاً و عقلاً عند الماتریدیۃ و شرعاً
فقط عند الشاعرة فاعترضوا علینا
بانہ ان امکن مقدورۃ ہذہ الاشیاء
لزم امکان الکذب و هو غیر مقدور
قطعاً و مستحیل ذاتاً فاجبتنا ہم بأجوبۃ
شتی مما ذکرہ علماء الکلام منہا لولم
استلزام امکان الکذب لمقدورہ خلاف
الوعد و الاخبار و امثالہما فہو ایضاً
غیر مستحیل بالذات بل ہو مثل
السفہ و الظلم مقدور ذاتاً مستمع
عقلاً و شرعاً او شرعاً فقط کما صرح
بہ غیر واحد من الائمة فلما رأوا
ہذہ الاجوبۃ عشوا فی الارض و نسبوا
الینا تجویز النقص بالنسبۃ الی جنابہ
تبارک و تعالیٰ و اشاعوا ہذا الکلام
بین السفہاء و الجہلاء تنغیر اللعوام
و ابتغاء الشهوات و الشهرة بین الانام
و بلغوا اسباب سموات الاعتراء فوضعو

اور ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جیسے امثال تصنیفات
میں داخل ہیں، البتہ اہل السنۃ والجماعۃ شاعر
و ماتریدیہ سب کے نزدیک ان کا وقوع جائز
نہیں۔ ماتریدیہ کے نزدیک نہ شرعاً جائز عقلاً
اور اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعاً جائز نہیں
پس ہستیوں نے ہم پر اعتراض کیا کہ ان امور کا
تحت قدرت ہونا اگر جائز ہو تو کذب امکان
لازم آتا ہے اور وہ یقینی تحت قدرت نہیں
اور ذاتاً محال ہے۔ تو ان کو علماء کلام کے ذکر کیے
ہوئے چند جواب دیے، جن میں یہ بھی تھا کہ اگر
وعدہ و خبر وغیرہ کا خلاف تحت قدرت ہونے
سے امکان کذب تسلیم بھی کر لیا جاوے تو وہ
بھی تو بالذات محال نہیں بلکہ سفہ اور ظلم کی طرح
ذاتاً مقدور ہے اور عقلاً و شرعاً یا صرف شرعاً
ممنوع ہے جیسا کہ بہتیرے علماء اس کی تصریح کر
چکے ہیں پس جب انھوں نے یہ جواب دیکھے تو
ملک میں فساد پھیلانے کی ہماری جانب یہ
غسب کیا کہ جناب باری عزاسمہ کی جانب
نقص جائز سمجھتے ہیں اور عوام کو نفرت دلانے
اور مخلوق میں شرت پانے کا مطلب پر اکتفا
کر سٹھار و جملہ میں اس لغو بات کی خوب شرت

شی من کلامہ فہو کا فر ملحد و فاجر لیس کاش سب بھی نہیں
لہ شائۃ من الادیان۔

السوال الخامس والعشرون

پچیسواں سوال

هل نسبتم فی تالیفکم الی بعض الشاعرة
القول بامکان الکذب و علی تقدیرہا
فما المراد بذلك وهل عندکم نص علی
ہذا المذہب من المعقدين بیئوا الامر
لنا علی وجہہ۔

کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعرہ کی
طرح امکان کذب غسوب کیا ہے اور اگر کیا
ہے تو اس سے مراد کیا ہے اور اس مذہب
پر تمہارے پاس مستبر علماء کی کیا کوئی سند
ہے۔ واقعی امر میں بھلاؤ۔

الجواب

جواب

الاصل فیہ انہ وقع النزاع بیننا و بین
المنطقیین من اهل الہند و المبتدعة
منہم فی مقدورۃ خلاف ما وعد بہ
الباری سبحانہ و تعالیٰ او خبریہ او
ارادۃ و امثالہا فقالوا ان خلاف ہذہ
الاشیاء خارج عن القدرة القدیمۃ
مستحیل عقلاً لا یمکن ان یمکن
مقدور اللہ تعالیٰ واجب علیہ ما یطابق
الوصف والخبر و الارادۃ و العلم و قلنا

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہندی منطقیوں
و بدعتیوں کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع ہوا
کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا یا خبر دی، یا
ارادہ کیا، اس کے خلاف پر اس کو قدرت
ہے یا نہیں۔ سو وہ تریوں کہتے ہیں کہ ان
باتوں کا خلاف اس کی قدرت قدیر سے خارج
اور عقلاً محال ہے۔ ان کا مقدر خدا ہونا ممکن
ہی نہیں اور حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ وعدہ
اور خبر اور ارادہ اور علم کے مطابق کرے

مولوی خلیل انیٹھوی چھپ چھپا کر چند اشرفیاں بطور رشوت دے کر اپنا الوسیدھا کرنے کیلئے رئیس العلماء مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور آپ مجھ سے ناراض ہیں؟

رئیس العلماء نے فرمایا، تیرا نام خلیل انیٹھوی ہے؟ مولانا صالح کمال نے فرمایا، میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں۔

انیٹھوی نے کہا جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں، لوگوں نے مجھ پر افترا کیا۔

مولانا صالح کمال نے فرمایا، تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ مولوی خلیل انیٹھوی نے مجبوراً کہا، حضرت کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی۔

مولانا نے فرمایا، ہوتی ہے۔ مولوی انیٹھوی اپنی براہین کی کفریہ عبارت سے توبہ کا وعدہ کر کے جدہ بھاگ گیا اور تین سال بعد جوڑ توڑ اور ہیرا پھیری کر کے اپنے تمام اکابر ہند کے تعاون و تصدیقات سے المہند نامی بزعم خود حسام الحرمین کے رد میں لکھ ماری جواز اول تا آخر سراپا کذب صریح جھوٹ اور دروغ گوئی کا بدترین مجموعہ ہے۔

مولوی خلیل انیٹھوی صاحب نے اپنے خالص وہابیانہ عقائد کو چھپایا اور خلاف واقع اپنے عقائد سنیوں کے سے ظاہر کئے وہابیوں اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کو سخت برا بھلا، گستاخ و مکفر اور علماء اہل سنت کا قاتل قرار دیا۔

میلاد تو میلاد سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی اعلیٰ درجہ کا مستحب قرار دیا خود کو سنی ظاہر کر کے وہابیوں پر سخت لعن طعن کیا گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے۔ المہند کے سوالات بھی خود گھڑے اور فریب کاریوں کے خول چڑھا کر مغالطہ آمیز جوابات بھی خود ہی دیئے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حسام الحرمین پر 33 یا 35 مسلمہ اکابر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کی تھیں جبکہ خلیل انیٹھوی صاحب سر دھڑ کی بازی لگا کر بمشکل چھ علماء کی تصدیقات المہند پر حاصل کر سکا جن میں دو حضرات مولانا شیخ محمد مالکی اور مولانا محمد علی بن حسین نے اپنی تصدیقات واپس لے لیں۔

فعل جس کا واقع ہوتا محال ہو اس اعتبار سے کہ علم ازلی اس کے عدم وقوع کے بارے میں سابق ہو تو اس امر کی تکلیف کے وقوع میں اختلاف نہیں اس لئے کہ علم کا مکلف سے قدرت کو سلب کرنے میں کوئی اثر نہیں اور بندے کو مخالفت پر مجبور کرنے کے لئے بھی علم کا کوئی اثر نہیں۔

اور تم یہ جانو کہ حنفیہ نے جس طرح اللہ کے حق میں تکلیف مالا یطاق بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف کرنا محال جانا [۱۰۱] تو وہ ایسے نیکو کار کو عذاب دینا جس نے اپنی عمر طاعت میں گزاری اور اپنے مولیٰ کی خوشی میں نفس کی مخالفت کی اور زیادہ ممنوع جانتے ہیں [۱۰۲]۔

تفأتوا بسورة من مثله ترجمہ: تو اس چھٹی ایک سورت تولے آؤ۔ (کنز الایمان)۔ تعذیب کے طور پر جیسے جائیداد کی تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا اس میں جان ڈالو (ایسی تکلیف یا تو جہل ہے یا عبث ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ جانا واجب ہے۔ ۱۲ [۱۰۱] استحالة کا معنی یہ ہے شی کا محال ہونا اور کسی شی کو تمہارا محال شمار کرنا یہ مصدر لازم و متعدی دونوں ہے۔ ۱۲

[۱۰۲] ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے مگر یہ کہ نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اس لئے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی طاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے۔ کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی

پر عقاب کرے۔ اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے اور یہ کہ اسکی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہوتا زیادہ مزاوار ہے اور مآثر یہ کی دلیل یہ ہے کہ ایسے نیکو کار کو عذاب دینا جس نے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المعتقد المتقصد

سَيِّدُ الْمَسْلُوكِ جَبْرِ عَلَّامُ شَاهِدُ مَوْلَى قَادِرِ عُثْمَانِي بَدَاؤُنِي

المعتقد المستند

امام اہل سنت علی جعفر امام احمد رضا خان قادری برکاتی مدظلہ

مترجم

مکتبہ دارالعلوم دیوبند مفتی محمد رفیع الرحمن قادری برکاتی مدظلہ

مکتبہ بروکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

اور اسی غفلت کے قبیل سے وہ ہے جو مولیٰ محقق سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ سے ”مطالب و فیہ“ میں واقع ہوا جہاں انہوں نے یہ فرمایا: اکمل الدین نے شرح وصیۃ امام ابوحنیفہ میں ذکر کیا ہے، کہ کافر کو معاف فرماتا ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اس میں اشعری کا اختلاف ہے اور اہل ایمان کو دوزخ میں اور کافروں کو جنت میں ہمیشہ رکھنا ان کے نزدیک یعنی اشعری کے نزدیک عقلاً جائز ہے مگر دلیل سنی اسکے خلاف پر

اور بیشک تم نے جان لیا کہ یہ معتزلہ کا مذہب ہے، عقل سے حسن و قبح کے ثبوت میں، تو حکمت ان کے طور پر اسکی تابع ہوگی، رہا اہل حق کا مذہب کہ حسن و قبح عقل سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ثبوت ہوتا ہے تو احسن و قبح حکم الہی کے تابع ہیں اور حکمت حکم کی تابع ہے، تو کوئی شی نہ حسن ٹھہریگی نہ قبیح، مگر اس صورت میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہو، تو کسی بات کا حکم فرمائے اور کسی سے روکے، اور یہ مقتضائے حکمت پر جاری ہوگا، مگر اسکے بارے

امام اہل سنت علیٰ جعفر امام احمد رضا خاں قادری برکاتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مُحَمَّدٌ رَجُلٌ بَشَرِيٌّ مِثْلُكُمْ أَطْعَمَ الْفَقِيرَ وَشَدَّ الْخِمَارَ لِمَنْ لَمْ يَلْبَسْهُ

مكتبه بركات المدينه

جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس جوہر کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اسکی حمایت اس نے اٹھائی ہے بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ جوہر کا حمایتی نہ اسکی سفارش کرتا تو آپ بھی جوہر جو جاتا اسکو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروا نگی سے ہوئیگی سوائے اسکی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اسکی ہی معنی ہیں اور چند سطر کے بعد لکھتا ہے وہ بڑا غفور رحیم ہے سب شکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دیا اور سب گناہ اپنی رحمت سے بخش دیا اور جو کچھ چاہے گا اپنے حکم سے اسکا شفیع بنا دیا گناہی کلام منصف ماہر علم دین پر بخوبی ظاہر کہ کلام اس علامہ زمان کا قواعد دین متین اور اصول شرع عین اور عقائد اہل اسلام اور تصریحات سلف کرام سے کس درجہ خلاف ہے قول کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا پناہ ڈھونڈتا بھی دویم ہے ایک یہ کہ دوسرے ہم جنس کی پناہ ڈھونڈے کہ جس کی حمایت سے بادشاہ کے غضب سے محفوظ رہے اور بادشاہ بسبب اسکی حمایت کے غضبناکی کی قدرت نہ رکھے سو اس قسم کی حمایت پروردگار کے مقابلہ میں بیشک محال ہے لیکن لفظ امیر و وزیر کا مناسب اس قسم کے نہیں کہ ان سے پناہ پکڑنا اور حمایت چاہنا اس امید پر اور اس غرض کی واسطے نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسری قسم ہے کہ ان مقربان سلطانی کے وسیلہ سے حال نار اپنا حضور میں عرض کرے شاید اسکی عاجزی اور شرمساری پر کہ بسبب کمال شرمندگی اور رو سیاہی اور خوف و ہیبت بادشاہی کے اس کے حضور میں دم نہیں مارتا اور اس سے کہتا ہے کہ تم حال میرا حضور میں عرض کرو بادشاہ کو درجہ آئے یا ان مقربان کے خوش کرنے اور عزت بڑھانے کیلئے اس کے حضور سے درگزر فرمائے اور یہ قسم ثابت ہے اسی کو شفاعت کہتے ہیں کریمہ دلوانہما اذ ظلموا انفسہم جاؤ لک اسی قسم کے توسل کی طرف اشارہ کرتی ہے اور حدیث صحیح سے جسے شیخین نے روایت کیا تصریح ثابت ہے کہ لوگ قیامت کی سختی سے تنگ کر بیٹھیں گے پاس جائیں گے آخر حضرت کی شفاعت نجات پائیں گے یہی کہتے ہیں کہ آیت کریمہ لا تملک نفس لنفس شیئا شفاعت کی نفی نہیں کرتی کہ جہ طرح دنیا میں بعض آدمی اپنے نفس اور متعلقوں سے زور و قوت کے ساتھ دوسرے کے اضرار کو روک سکتے ہیں یہ بات قیامت کے دن نہ ہوگی اور شفاعت اس بات سے نہیں کہ وہ تو شفاعت کریں والے کی عاجزی ہے اس کے آگے جس سے شفاعت کرے قولہ مکرأئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکتا کہ کہیں لوگوں کے دل میں قدر اس آئین کی نہ گھٹ جائے اول لفظ نہیں کر سکتا جناب احدیت کی شان میں یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید و هو علی کل شیئ قدیر اس کی شان ہے اس کے افعال علت و سبب سے غایت اور غرض پر موقوف نہیں نہ کوئی امر وہاں مانع ہو سکتا ہے نہ کوئی بات اس پر واجب شرح مواقف کے پانچویں موقف کے چھٹے حصہ کے انھوں نے مقصد میں تصریح اس کی موجود ہے حتیٰ کہ اہلسنت کے مذہب میں کفر کا بخشا جانا عقلاً جائز ہے معتزلہ ممنوع عقلی کہتے ہیں اہلسنت ان کے مذہب کی تردید کرتے ہیں جیسا کہ شرح عقائد نسفی اور خیالی سے ظاہر ہے ان صاحب کی بیباکی دیکھو کہ لایسلی عما یفعل بھول گئے اور کفش برداری معتزلہ کی کرنے لگے کہ کہتے ہیں کہ اگر گنہگار بے عذاب بخشے جائیں تو وعید میں خلف واقع ہوا اور خدا کی بات بدل جائے اور جواب ان کا یہ ہے کہ آیات عفو بکثرت ہیں اگر انھیں آیات وعید کا مخصص قرار دے دیں تو کلام میں تناقض لازم آئے مطلب آئین کا یہ ہے کہ گنہگاروں کو عذاب ہو گا سو ان کے جنکو اپنے فضل سے بخش دیا اور جبکہ اس آئین میں عفو بھی ہے اور سزا بھی ہے اور صاف لکھا ہے کہ جسے ہم چاہیں گے بخش دیں گے تو عفو سے قدر آئین کی

حضور سید عالم ﷺ کے
اوصاف جمیلہ کا
محبس موعہ

امام علیؑ

مؤلف

مولانا شاہ نقی علی خان ربیوی

مشکبیر برادرزہ از دو بازار لاہور

وَقَالَ ابْنُ كَيْسَانَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: فَمَنْ كُنْزٌ فَهُوَ كَنْزٌ وَمَنْ كُنْزٌ فَهُوَ كَنْزٌ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تم کو کُنز (خزانہ) قرار دے گا وہ کُنز ہے اور جو کُنز ہے وہ کُنز ہے۔

شرح صحیح مسلم

جلد سیابع

بِرَّ قَدْرِهِ عِلْمٌ ذِكْرُهُ تَوْصِيفُ الْمَنَافِقِينَ، فِتْنَةُ زُهْدٍ تَفْسِيرُ

تصنيف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فریدی بک ٹال (جسٹڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

شرح صحیح مسلم

کتاب البر والصلة والادب

هَذَا وَسَقَلَكُمُ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيَغْطِي هَذَا
مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنَيْتَ
حَسَنَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقْضَى مَا عَلَيْكَ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ
فَطُحِبَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُحِرَ فِي النَّارِ -

۶۴۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي قَبْطَانَ وَفُتَيْبَةُ بْنُ مَرْجُو
قَالَ وَاحِدٌ تَنَاوَلُوا عَمِلُوا (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ
الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَشُوذَنَّ الْحَقُوقُ إِلَى
أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَقَادَ لِلشَّيْءِ الْجَلْحَاءِ
مِنْ الشَّيْءِ الْقَرْنَاءِ -

۶۴۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ
حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا جُرَيْدُ بْنُ أَبِي بَرْزَةَ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمِلُّ لِلظَّالِمِ
فَإِذَا أَخَذَ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذَلِكَ أَخَذَ
رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخَذَهُ أَلِيمٌ
شَدِيدٌ -

اللہ تعالیٰ پر ظلم کے حرام ہونے کا بیان اور اصل فطرت میں انسان کو گمراہ قرار دینے کی توجیہ!

حدیث نمبر ۶۴۵۶ میں ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے اور ظلم کو حرام کر لیا۔ علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مافری نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے کیونکہ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی نہیں ہے جو اس کے لیے حدود مقرر کرے، اور اللہ تعالیٰ ان حدود سے تجاوز کرے تو وہ معاذ اللہ ظالم قرار پائے، معتزلہ نے یہ کہا کہ ظلم نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہر نقص اور عیب محال ہے۔

اس حدیث میں ہے: ثم سب گمراہ موسیٰ اس کے جس کو میں ہدایت دوں، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انسان اصل فطرت میں گمراہی پر تھے اور یہ اس حدیث کے معارض ہے جس میں ہے کہ ہر مومن فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس گمراہی سے مراد وہ گمراہی ہے جو فطرت کے بعد رسولوں کے آنے سے پہلے تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: كان الناس امة واحدة فبعث الله

جلد سیابع

بہایا تھا کسی کو مارا تھا پھر اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اگر ان کے حقوق پورے ہوتے ہیں اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حق داروں کے حقوق وصول کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

اس حدیث میں ہے: ثم سب گمراہ موسیٰ اس کے جس کو میں ہدایت دوں، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انسان اصل فطرت میں گمراہی پر تھے اور یہ اس حدیث کے معارض ہے جس میں ہے کہ ہر مومن فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس گمراہی سے مراد وہ گمراہی ہے جو فطرت کے بعد رسولوں کے آنے سے پہلے تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: كان الناس امة واحدة فبعث الله

کئے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حسام الحرمین کے شائع ہونے کے بعد دیوبندی حضرات نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنی عبارتوں میں خود قطع و برید کی، اور اپنے اصل عقائد کو چھپا کر علماء عرب و عجم کے سامنے اہل سنت کے عقیدے ظاہر کئے، جس پر علماء دین نے تصدیق فرمائیں، چونکہ اس

مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے صرف ایک دلیل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیے۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں دیوبندیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ بہت اچھا آدمی تھا، اس کے عقائد بھی عمدہ تھے، دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱، ص ۱۱۱ پر مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ!

”محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے سوانح میں عذرات تھیں، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا، اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔ رشید احمد گنگوہی“

ناظرین کرام نے فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت سے معلوم کر لیا ہو گا کہ دیوبندیوں کے مذہب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد عمدہ تھے اور وہ اچھا آدمی تھا، لیکن جب علماء حرمین طہیین نے دیوبندیوں سے سوال کیا کہ بتاؤ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے، وہ کیسا آدمی تھا تو حیلہ سازی سے کام لے کر اپنا مذہب چھپا لیا اور لکھ دیا ہم اسے خارجی اور باغی سمجھتے ہیں، ملاحظہ ہو ”المہند“ ص ۱۹، ۲۰۔

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے، اس کے چند



اللہ عزوجل اور رسول اکرم کی شان مقدس میں
آگست خانہ عبارتوں کا علمی و تحقیقی محاسبہ

الحق المسبین

غزالی و زماں حضرت مولانا
تالیف مفید: احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ

تصحیح و ترمیم: محترم خلیل احمد رانا صاحب

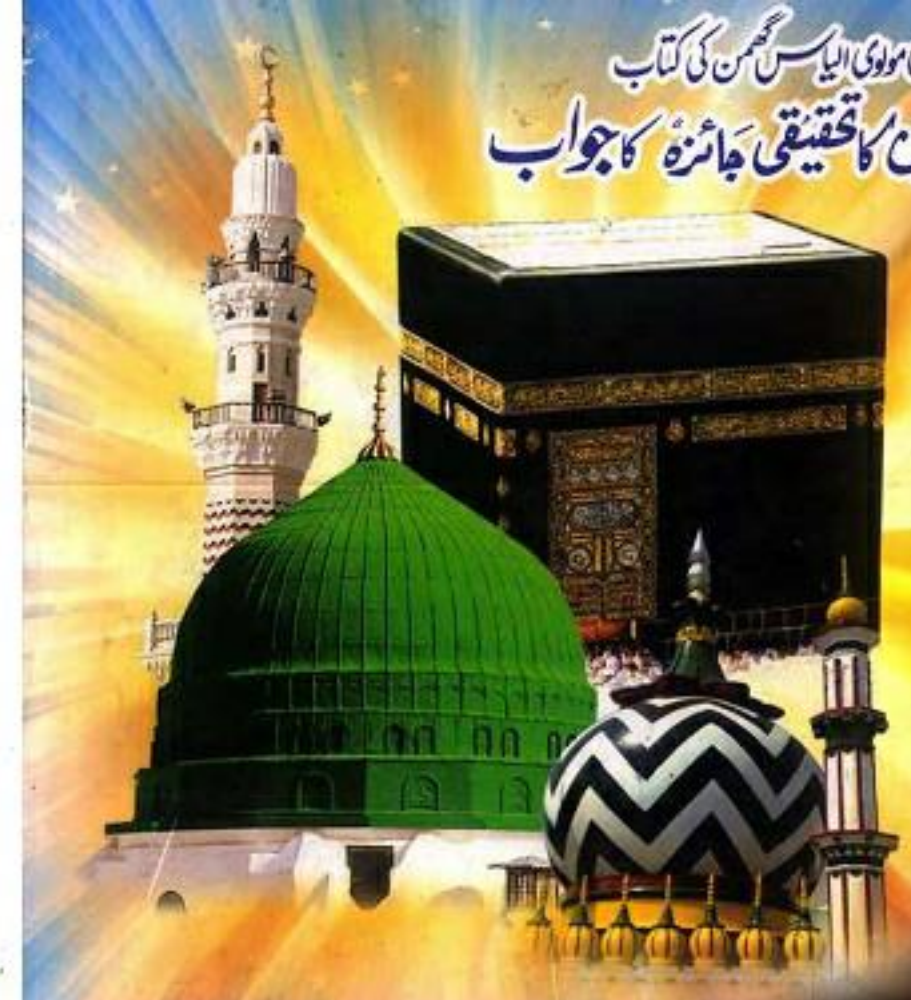
ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

حسام الحرمین

اولیٰ مخالفین



ابو احمد مولانا محمد اسرار رضا قادری

تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشیادۃ العالمیۃ
لیم اے اسلامیت، لیم اے پنجابی
لیم اے اردو

مکتبہ فیضانِ شریعت
داتا دربار مکتبہ لاہور
0334-3298312

عبارتیں تو پیش ہی نہیں کیں بلکہ خود ان عبارتوں کو کفر کہہ دیا اور سوالات و جوابات اہل سنت کے عقائد کے مطابق ترتیب دے دیے۔ باقی جو دیوبندی کہتے ہیں کہ علمائے حرمین شریفین نے المہند پر تصدیقات کی ہیں یہ بھی جھوٹ ہے۔ المہند کی تصدیقات کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید باصیل کی ایک تحریر ہے۔ اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس و فتوائے گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا غلط ہے، نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفریہ نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ المہند میں خود کو سی کہا، ابن عبد الوہاب نجدی کو وہابی خارجی کہا، مولود شریف کو جائز کہا۔ اس کی مولانا نے تائید فرمادی تو یہ سنیت کی تائید ہوتی ہے نہ دیوبندیوں کی۔

اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی اور اسے علمائے مکہ سے ظاہر کیا حالانکہ وہ غیر عربی تھے کیونکہ ان کا نام تصدیق میں یوں ہے احمد رشید خاں نواب۔ اہل عرب اپنے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لگاتے۔

تیسری تصدیق شیخ محبت الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے اور لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ یہ بھی علمائے مکہ سے نہیں۔ چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے اس کو بھی فریب دیتے ہوئے علمائے مکہ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ بھی غیر عربی ہندوستانی تھے۔

پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں۔ حضرات بے شک علماء مکہ سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں المہند میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ المہند صفحہ 97 مطبوعہ المیزان، لاہور میں لکھا ہے: ”جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی۔ مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو تحیلہ تقویٰ کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے اس کی نقل کر لی گئی تھی۔ سو ہدیہ ناظرین ہے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر دیوبندیوں کے پاس موجود نہیں۔ ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بیباکی ہے۔ فرض کرو، یہ سچے ہی سہی۔ اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی۔ پھر اس تحریر کو ان کی طرف منسوب کرنا کتنا بڑا کفر ہے۔

علمائے مدینہ کے نام سے ”المہند“ میں عجب چال کھیلی ہے۔ مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقالوں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیے۔ وہ دستخط ”المہند“ پر نہ تھے بلکہ برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے، لیکن عوام کو دھوکہ دینے کیلئے وہی نام اٹھا کر المہند میں ڈال دیے۔

رہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمن) تو علمائے حرمین شریفین ان سے بھی نا آشنا نہیں تھے۔ 1317ھ۔ 1899ء میں وہ آپ کے رسالہ ”فتاویٰ الحرمین ہرجف ندوة المین“ پر دھوم دھام سے تقاریظ لکھ چکے تھے۔ جب 1323ھ میں اعلیٰ حضرت جب ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی بے حد تعظیم کی۔ کیا انہوں نے بغیر سوچے سمجھے کفر کے فتوے دے دیے؟

حسام الحرمین میں حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے دوسرے خلیفہ مولانا شیخ احمد کی امدادی کی بھی تقریظ ہے جس میں انہوں نے اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی تعریف کی ہے۔ مولانا عبدالحق آبادی مہاجر کی کے نامور شاگرد یعنی محافظ کتب حرم سید اسماعیل بن خلیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بھی حسام الحرمین میں تقریظ لکھی جس میں غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی، انیسویں، تھانوی کے نام لے کر انہیں کافر کہا اور فرمایا: کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے تو اس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

حسام الحرمین کے بعد دیوبندیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی، اپنا مذہب بچانے کے لئے خلیل احمد سہارنپوری نے گھر میں بیٹھ کر ”المہند“ لکھی۔ سوالات میں جن کفریہ عبارتوں کا اصل مسئلہ تھا انہیں ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اہل سنت کے عقائد کے متعلق سوالات بنا کر اس کے جوابات دے دیئے جس کا رد صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ”التحقیقات لدفع التلبیسات“ نامی رسالہ میں کیا اور اس کی جعل سازی کا بھانڈا پھوڑا۔

التحقیقات لدفع التلبیسات میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان کے فریب کا پردہ چاک کیا جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:-

المہند میں دیوبندیوں نے اہل سنت کے عقائد ظاہر کئے، میلا دو مستحب کہا اور خود تسلیم کرتے ہوئے لکھا: ”جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم (علیہ السلام) سے اعلم (زیادہ علم والا) ہے، وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی (علیہ السلام) سے زیادہ ہے۔“

(المہند علی المہند، صفحہ 46، المیزان، لاہور)

دیوبندی تاریخ جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں کہ علمائے حرمین شریفین نے تسلیم کیا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے اسلئے انہوں نے المہند پر تصدیقات کی ہیں۔ جبکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ حق تو یہ تھا کہ دیوبندی وہی کفریہ عبارتیں علمائے حرمین کے سامنے پیش کرتے اور اپنے باطل تاویلات پیش کرتے، پھر اگر وہ کہتے کہ یہ کفر نہیں تو ہم بھی مانتے۔ لیکن دیوبندی مولوی نے وہ

| صفحہ | فہرست عنوانات | صفحہ | فہرست عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۳۳۳ | دفعہ کذب پائسل کے قائل ہوں۔ | ۳۳۳ | چار کفر۔ |
| ۳۳۳ | یہود و نصاریٰ کی تکفیر نہ کرنے والا کافر ہے۔ | ۳۳۳ | ”اللہ تعالیٰ بندوں سے چھپا کر آیت قرآنی جھوٹی کر دے تو حرج نہیں“ اس قول پر لازم آنے والے دو کفر |
| ۳۳۵ | تاکلمین امکان کذب کا حکم شرعی۔ | ۳۳۳ | اسماہیل دہلوی کے نزدیک کفر امور عامہ میں سے ہے۔ |
| ۳۳۵ | کافر عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھے، تو بہ کے لئے یہ کافی نہیں۔ | ۳۳۳ | دو بدیہیوں کا یہ قول کہ ”خدا نہ جھوٹ بولتا نہ بولے“ جھوٹ ہے کیونکہ وہ اسماہیل دہلوی کی اتباع میں کذب کو ممکن بلکہ جائز و قوی مانتے ہیں۔ |
| ۳۳۶ | جیسا جرم ہو یہی عیب تو بہ نہاں کی تہاں اور عیاں کی میاں۔ | ۳۳۶ | بہشتیوں کو جہنم میں بھیجنا طعام مارتہ یہ کے نزدیک عقلاً محال مستلزم نقص علی اللہ ہے۔ |
| ۳۳۶ | ناسخ کی امامت کرو تو حرجی ہے۔ | ۳۳۶ | امام نسلی طوکار کو بھی عقلاً ممکن مانتے ہیں۔ |
| ۳۳۷ | کلمات ارشاد و ہدایت۔ | ۳۳۶ | جو شخص انبیاء علیہم السلام کا جہنم میں جانا، اور کافروں شرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی نہ مانے اس کے ایمان میں غلطی ہے۔ |
| ۳۳۹ | تاریخ تصنیف رسالہ۔ | ۳۳۷ | دفعہ بندوں کے قول سے کذب باری مستلزم بالذات ہونے پر استدلال۔ |
| ۳۵۰ | تحدیق جناب مولانا غلام دہلوی قسری علیہ الرحمۃ۔ | ۳۳۷ | اللہ تعالیٰ سب جہنمیوں کو دوزخ میں اور تمام جہنمیوں کو جنت میں بھیجے پر قادر ہو تو کذب باری لازم آئے گا۔ |
| ۳۵۱ | جملہ رسالہ دامن باغ سبحان السبح | ۳۳۷ | اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا بھی لازم آئے گا۔ (حاشیہ) |
| ۳۵۱ | امکان کذب کے قائل پر ہزاروں جہد سے لزوم کفر۔ | ۳۳۷ | ہر شخص باجماع بالذات کو مستلزم ممکن خود ممکن بالذات ہی رہے گا اور محال بالذات کے امکان کو بھی مستلزم نہ ہوگا۔ |
| ۳۵۲ | سمان السبح کے مضامین کا ایمانی تعارف۔ | ۳۳۷ | شرح عقائد نسلی سے مذکورہ بالا دہلوی پر استدلال۔ |
| ۳۵۲ | کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا عیب سے ملوث ہونا محال بالذات ہے۔ | ۳۳۷ | استعمال لازم بالذات سے استعمال لزوم بالذات کا حکم کرنے والوں اور امکان لزوم سے امکان لازم مستعمل بالذات کا حکم کرنے والوں کی تردید۔ |
| ۳۵۲ | شرح مقاصد سے اس امر کا ثبوت کہ جمل و کذب باری تعالیٰ ممکن نہیں۔ | ۳۳۷ | اسماہیل دہلوی کو اقرار ہے کہ لزوم ممکن ہو جب بھی لازم محال ہو سکتا ہے۔ |
| ۳۵۳ | کذب و صدق میں منافات حقیقی ہے جس کا کذب ممکن ہوگا صدق ضروری نہ ہوگا۔ | ۳۳۷ | رشید احمد کلکوی پر لزوم کفر کی تین دہمیں۔ |
| ۳۵۳ | شرح مقاصد سے امکان کذب کے مقاصد کی تفصیل۔ | ۳۳۷ | عقیدہ کفر یہی کی تصویر کفر ہے۔ |
| ۳۵۳ | یہ کہنا کہ اللہ کذب پر قادر نہ ہو تو بندے کی قدرت خدا سے بڑھ جائے گی، اسطویل دہلوی کی رائے ہے۔ | ۳۳۷ | رشید احمد کلکوی کے قول پر لازم کہ کلمہ ملانے حتمی |
| ۳۵۳ | ملانے دہلوی کی دلیل پر معارضہ۔ | ۳۳۷ | |
| ۳۵۳ | دہلیوں کے طریقہ پر لازم کر خدا کے ماں باپ ہوں۔ | ۳۳۷ | |
| ۳۵۳ | ملانے دہلوی نے خدا کے کذب کو مستلزم بالظہر کہا ہے مگر اس کی دلیل پر لازم کذب واقع ہو۔ | ۳۳۷ | |
| ۳۵۵ | دہلیہ کی غلطی یہ ہے کہ افعال انسانی کو خدا کی قدرت سے باز تصور کرتے ہیں۔ | ۳۳۷ | |

فہارس فتاویٰ رضویہ

مرتب
حافظ محمد عبدالستار سعیدی

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
پاکستان

گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی مسخ کر دے گا اور ان کو اپنے دروازہ سے ہانک دے گا۔ تم ان لوگوں میں سے نہ بنو جن کو اللہ تعالیٰ نے علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔ جب تو مخلوق کیلئے علم حاصل کرے گا تو تیرا عمل مخلوق کیلئے ہوگا اور جب تو علم خاص اللہ تعالیٰ کیلئے حاصل کرے گا تو تیرا عمل اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگا۔ اور جب تو علم دنیا کیلئے حاصل کرے گا تو تیرا عمل دنیا کیلئے ہوگا اور جب تو علم آخرت کیلئے حاصل کرے گا تو تیرا عمل آخرت کیلئے ہوگا۔ شاخوں کی بنیاد جڑوں پر ہوا کرتی ہے جیسا تو کرے گا ویسا ہی اس کا بدلہ پائے گا۔ ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے تو اپنے برتن میں بدبودار روغن رکھ کر یہ چاہے کہ اس سے گلاب چھلکے یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ تیری کوئی عزت نہیں تو دنیا میں دنیا اور اہل دنیا کیلئے عمل کرتا ہے اور تو یہ چاہتا ہے کہ کل تجھے آخرت ملے۔ تیری کوئی عزت نہیں تو عمل مخلوق کیلئے کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تجھے کل خالق مل جائے اور اس کا قرب نصیب ہو جائے۔ تیری کوئی عزت نہیں ظاہر اور غائب تو یہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو عمل کے بغیر اپنے فضل و کرم سے عطا فرما دے تو یہ اس کے اختیار میں ہے۔ طاعت جنت کا عمل ہے اور گناہ جہنم کا عمل ہے۔ اس بعد اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اگر چاہے تو عمل کے بغیر کسی کو ثواب عطا فرما دے اور چاہے تو عمل کے بغیر کسی کو عذاب دے دے۔ وہ مالک و مختار جو چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں بلکہ مخلوق سے باز پرس ہوگی۔

اگر اللہ تعالیٰ ﴿فرضا﴾ کسی پیغمبر اور صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں داخل کر دے تو تب بھی وہ عادل رہے گا اور یہ محبت بالغہ ہوگی۔ ہم پر تو یہی واجب ہے کہ ہم کہیں کہ معاملہ و حکم سچا ہے اور ہم چون و چراں نہ کریں ایسا ہو سکتا ہے اور ممکن ہے اور اگر ہوگا حق بجانب ہوگا اور سراپا انصاف ہوگا البتہ یہ ایسی بات ہے کہ وقوع میں نہ آئے گی اور نہ وہ اس میں سے کوئی بات کرے گا۔

معارف و اسرار کے حسین خطبات کا مجموعہ

فیوض غوث یزدانی

ترجمہ الفتح الربانی

پیشانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی



مستطاب
مولانا محمد عبدالقادر قادری

گنج بخش
اولیاء

قادری رضوی لکھنؤ

دیوبندیت کے بانی دوم اور وقوع کذب کا عقیدہ باطل

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ ایک شخص وقوع کذب ہے یعنی معاذ اللہ وہ کہتا ہے کہ خدا نے تعالیٰ جھوٹ بولا تو ایسا ہے یا کافرا و مسلمان ہے تو بد مذہب گمراہ یا وقوع کذب باری تعالیٰ باوجود سنی ہے بینوا تو جبردا — مولوی رشید احمد نے جوابے فتویٰ دیا کہ۔

اگرچہ اس شخص نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو ضال دبد مذہب گمراہ کہنا نہیں چاہیے کیونکہ وقوع غلطی ہر علمائے سلف کی قبول کرتی ہے۔ خلف و عید خاص ہے اور چونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ و عید ہوتا اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جس کو اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا لہذا وقوع کذب گئے اگرچہ بعض کسی فرد کے ہو لیکن بناء علیہ اس شخص کو کوئی — (ماخوذ از فتویٰ مہری دستخطی گنگوہی بحوالہ رشاد شاہ ثاقب)

ف مہریک مطلب یہی ہے کہ جو شخص کہے کہ خدا جھوٹ بولا اللہ وہ مولوی رشید احمد کے نزدیک سنی مسلمان ہے کہنی چاہیے پھر مولوی رشید احمد صاحب نے اپنی ایک لیا کہ وقوع کذب باری تعالیٰ سے منع

سوانح اچھڑت

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

امام بدر الدین احمد قادری رضوی



ترجمہ الرحمن اپنے رسالہ میں تصریح کرتے ہیں لیکن علاوہ اس کے تو زین
 خلف وعید و قورع خلف کے بھی قائل ہیں چنانچہ ان کے دلائل سے
 ظاہر ہے حیث قالوا لا یس بنقص بل ہو کمال ۱۶ اس سے ظاہر ہو کر بعض
 علماء و قورع خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید
 خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلف واقع
 کہ سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے اوزار
 ہیں اور وجود نوری کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان
 بالضرور موجود ہو دیکھا لہذا قورع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ
 بعض کسی فرد کے ہو پس بناء علیہ اس ثالث کو کوئی سخت لکڑہ کہنا چاہیے
 کہ اس میں تکفیر علماء سلف کی لازم آتی ہے ہر چند یہ قول ضعیف ہی ہے
 مگر تاہم مقتدین کے مذاہب پر صاحب دلیل قوی کو تفصیل صاحب
 دلیل ضعیف کی درست نہیں دیکھو حنفی شافعی پر اور یکس بوجہ قوت دلیل
 اپنی کے طعن و تفصیل نہیں کر سکتا انا مومن انشاء اللہ کا مسئلہ کتب عقائد
 میں خود لکھتے ہیں لہذا اس ثالث کو تفصیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے
 البتہ برہنہ اگر فہمائش ہو بہتر ہے البتہ قدرت علی الکذب مع امتناع
 الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں اگرچہ اس زمانے
 میں لوگوں کو انکار بیجا ہو گیا ہے قال اللہ تعالیٰ و یوشننا لا یتنا کل
 نفس ھدھا و لکن حق القول منی لا ملئ جھنم من الجنة

رشدیہ احمد
۱۳۰۱

و الناس اجمعین الا یتہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مصنف اب انکیس کسولکر دیکھئے کہ اس شخص ثالث نے صاف الفاظ میں اقرار کیا

فوتہ فتویٰ رشید احمد گنگوہی

دشہاب ثنائی بروہائی خائب

مجموعہ

اجل العلماء و علماء العارفین

حضرت امیر محمد اجماع شاہ صاحب فتویٰ ہند قدس سرہ

رضا الہی دہلی

۲۶ کامبیکرا سٹریٹ، ممبئی ۳

- انتہائی ۱۳۳۳ھ - مولوی رشید احمد گنگوہی، مفتی محمد شفیع
- (۱) مطبوعہ - کتب خانہ امدادیہ، دہلی، ۵۵
- (۲) مطبوعہ - دارالکتب، دہلی، ۱۳۳
- (۳) مطبوعہ - اعداد الاسلام، میرٹھ (پانچ ایڈیشن) ۵۱

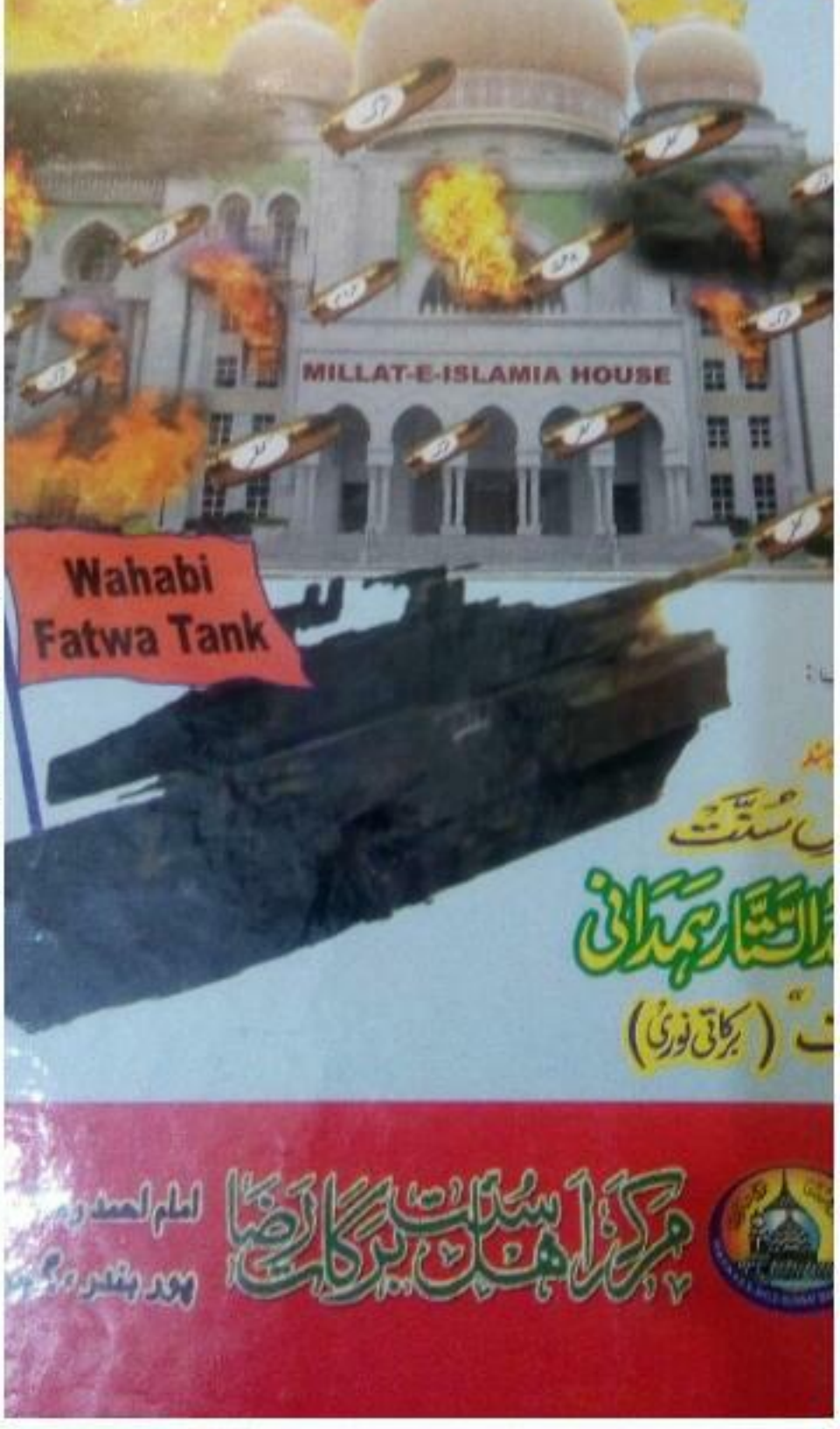
مندرجہ بالا عبارت میں شیطان اور ملک الموت کے ہم حضور اقدس ﷺ کے علم سے ذاکم بتایا ہے۔ اور یہاں تک کہ اس لکھی ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا وسیع علم "نص" یعنی قرآن کی آیت سے ثابت ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کے علم کی وسعت کے ثبوت میں قرآن مجید کی کوئی صاف آیت نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ کے لئے ایسا علم ہونے کا عقیدہ شرک ہے۔ (معاذ اللہ) اس عبارت میں قرآن و حدیث کے خلاف فاسد نظریہ و عقیدہ پیش کر کے بارگاہ رسالت میں سخت توہین اور گنگوہی گستاخی کی گئی ہے اور فتنہ عقیدہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو کاری ٹھیس پہنچانے کا شدید و صریح عظیم کیا گیا ہے۔

دہلوی اور دیوبندی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۸ھ میں "امکان کذب باری تعالیٰ" یعنی "خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے" کا فتویٰ دیا

اور میرٹھ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ علاوہ ازیں "فتاویٰ رشیدیہ" اور "مصابین قاطعہ" میں امکان کذب کو خلاف وحید سے معنون کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات مقدسہ کے لئے ایسا فاسد عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جھوٹ بولنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جھوٹ بولنا اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت میں شامل ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مندرجہ بالا فاسد عقیدہ کے رد و ابطال میں اعلیٰ حضرت، عظیم انبرکت، مجدد دین و ملت، امام اہلسنت، امام احمد رضا مفتی مدظلہ العالی نے "مباحثان السبوح عن عیب کذب المقبوح" نام کی کتاب ۱۳۰۸ھ میں تصنیف فرمائی اور گنگوہی صاحب کے فاسد نظریہ و عقیدہ کا ایسا رد و بلغ فرمایا کہ گنگوہی صاحب کے بچے اوجھڑ کر رکھ دیے۔ اس کتاب کی اشاعت کو تقریباً ایک سو پچیس (۱۳۵) سال کا دور از عرصہ ہو چکا ہے لیکن اس تاریخی کتاب کے دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ کا جواب اور رد نگھنے سے پوری دنیا کے وہابیت و دیوبندیت کے علماء و معصطین عاجز و قاصر اور معذور و ناچار ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک سارے و مبہوت رہیں گے۔

دہلوی، دیوبندی اور تبلیغ جماعت کے نام نہاد مجدد اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۳۱۹ھ میں "امکان کذب باری تعالیٰ" کا فتویٰ دیا

مسلمانوں کو کافر کون کہتا ہے؟



مجموعہ رسائل

کشف ضلال دیوبند حاشیۃ الاستعداد

مؤلف: علامہ محمد رفیع الدین صاحب دیوبند

محض تصحیح

مدرسۃ اسلامیہ دیوبند

مدرسۃ اسلامیہ دیوبند

ترتیب جدید

محمد صنیف خان رضوی بریلوی

امام احمد رضا الکنڈھی

مدرسۃ اسلامیہ دیوبند

یہ اصل فتویٰ گنگوہی کا مہری دستخطی اُن کے فتاوے کے معروف خط کا لکھا ہوا موجود ہے، اس کے عکس لیے گئے۔ ایک فوٹو سرکار مدینہ طیبہ میں ہے، کئی ہندوستان میں ہیں۔ اوّل بار رجب الآخر ۱۳۰۸ھ میں خاص میرٹھ میں کہ اُس وقت انھیں کی قلمرو میں تھا چھپ کر شائع ہوا، اس پر مواخذات ہوا کیے، اس کے بعد پندرہ برس گنگوہی صاحب بقید حیات رہے۔ ۱۳۲۳ھ میں مرے، کبھی نہ کہا کہ یہ فتویٰ میرا نہیں۔ اب اُن کے مرنے کے بعد اذتاب مگر ہیں اور اُن کے فتاوے میں ایک فتویٰ بھی داخل کر لیا ہے کہ: "جو وقوع کدر مانے کافر ہے"

مگر اس سے کیا فائدہ، یہ گنگوہی صاحب کی ہی تکفیر تو ہوئی، تم نے خود نہ کی، اُن کے منہ سے کرائی کہ اتم وبلغ ہو۔ لطف یہ کہ وہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ کا ہے اور یہ ۱۳۰۸ھ کا۔ تو اگر تھا بھی اس سے منسوخ ہو گیا۔

مسلمانو! لہذا انصاف۔

اولاً اتنا عظیم اجبث گندا کفر کہ آج تک کسی ہندو، مجوسی، آریہ، یہودی نے بھی کا ہوگا کہ اُس کا معبود جھوٹا کذاب ہے، گنگوہی صاحب کی نسبت شائع ہو، اُس کے ہوں، اُس پر گنگوہی صاحب کی تکفیریں ہوں، اور گنگوہی صاحب ۱۵ برس جی نہیں اور کار نہ کریں۔ کوئی عاقل اسے قبول کر سکتا ہے؟ اگر اس میں ایک حرف کا بھی اُن کی زیر سے فرق ہوتا جس سے اُن پر اتنا موٹا کفر آتا چیخ پڑتے، اشتہار پر اشتہار شائع یہ مجھ پر افترا ہے، میرے اصل فتوے میں یہ تھا، اُس کو یوں بنالیا ہے، نہ کہ سارا نے خبیث کفر کا کہ کسی پادری یا آریہ سے بھی اُس کی نظیر نہ ملے، گنگوہی صاحب شائع ہو، اُس پر رد ہوں، تکفیریں ہوں، اور گنگوہی صاحب پندرہ برس چپ خاموشی کو لیے ہوئے شہر خموشاں چل بسیں۔ جب تک وہ بقید حیات رہے اپنا خاموش در خواب خرگوش، جب وہ بقید ممات ہوں تو اب یہ شگوفہ کھلے کہ فتوے، اس سے تو یہی آسان تھا کہ کہہ دیتے، گنگوہی صاحب تھے ہی نہیں، بلکہ

دُعْوَةُ الْإِصْلَاحِ

رَبِّ الْقَلَمِ هُوَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ الْقَائِدُ الرَّحْمَنُ



رکھا ہے۔ تو ذیل میں اس مذہبی نزاع کی وہ حقیقی بنیادیں پڑھئے جنہوں نے امت کو دو ملتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

پہلی بنیاد

اپنی مذہبی سرشت کے اعتبار سے مسلمان کا جو والہانہ تعلق اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محترم ذات سے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس کا ایمان اپنے رسول کی بارگاہ میں اتنا مودب اور حساس ہے کہ رسول کی حرمت پر ذرا سی خراش بھی اسے برداشت نہیں۔ ناموس رسول کی تحفظ کیلئے ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر دور میں جس والہانہ جذبے کے ساتھ اپنی فداکاریوں کا مظاہرہ کیا ہے وہ تاریخ کا جانا پہچانا واقعہ ہے۔ حب رسول کی وارفتگی کا یہ رخ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی گستاخ کے خلاف غم و غصہ اور نفرت و غضب کے اظہار کے سوال پر کبھی نہیں دیکھا گیا کہ نشانے پر کون ہے۔ یا ہر کا ہو یا اندر کا جس نے بھی رسول کی شان میں گستاخانہ جسارت کا اظہار کیا مسلمانوں کی غیرت ایمانی کی تلوار اس کے خلاف بے نیام ہو گئی۔

آج ملعون رشدی کی زندہ مثال آپ کے سامنے ہے۔ رسول کی حرمت پر حملہ کر کے اس نے سارے عالم اسلام کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ قابل رشک ہیں وہ شہیدانِ محبت جو رشدی کے خلاف اپنی غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آقا کی عزت پر قربان ہو گئے۔ علمائے دیوبند کے خلاف بھی ہمارے غم و غصہ کی سب سے بڑی بنیاد یہی ہے کہ ان کے اکابر نے اپنی بعض کتابوں میں رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں سخت گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

① علمائے دیوبند کے مذہبی پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو رد اُٹل اور حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دی ہے جسے وہ خود بھی اقرار ہی مجرم ہیں۔